http://www.Khatme-nubuwwat.org/

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد نمبر ۱۷ | ۲ تا ۱۵ شوال ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۲ جنوری تا ۴ فروری ۱۹۹۹ء | شمارہ نمبر ۳۵، ۳۶

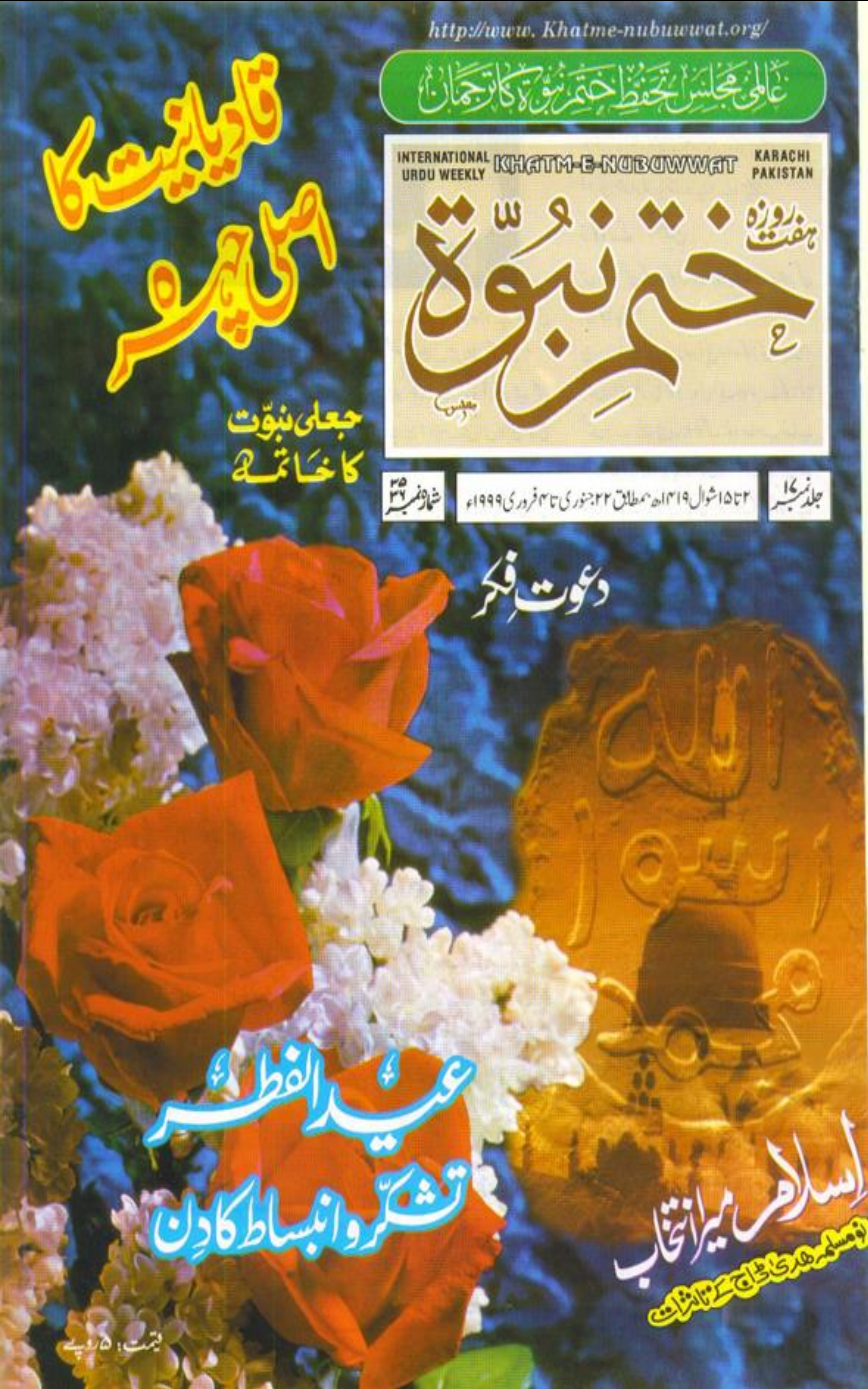

قادیانیت کا اصلی چہرہ

جعلی نبوّت کا خاتمہ

دعوتِ فکر

عیدالفطر تشکّر و انبساط کا دِن

اسلام میرا انتخاب

نومسلم ھدی خطاج کے تاثرات

قیمت: ۵ روپے

آپ کے مسائل

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں اور اس کی نیت کے الفاظ زبانی کہنا ضروری نہیں:

س..... اب ماہ رمضان کا مہینہ ہے میں نے اعتکاف میں بیٹھنا ہے آخری ۱۰ دن پوچھنا یہ ہے (۱) اعتکاف کی نیت کیسے کرنی چاہئے' (۲) اعتکاف کتنی قسموں کا ہوتا ہے' (۳) اگر اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں چلا جائے اور اگر پاخانہ کی حاجت ہو تو حاجت سے فارغ ہو کر دوبارہ نیت کرنی چاہئے یا نہیں؟

ج..... (۱) اعتکاف کی نیت یہی ہے کہ اعتکاف کے ارادے سے آدمی مسجد میں داخل ہو جائے اگر زبان سے بھی کہہ لے کہ مثلاً میں دس دن کے اعتکاف کی نیت کرتا ہوں تو بہتر ہے (۲) رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت ہے باقی دنوں کا اعتکاف نفل ہے اور اگر کچھ دنوں کے اعتکاف کی منت مان لی ہو تو ان دنوں کا اعتکاف واجب ہوتا ہے۔ پس اعتکاف کی تین قسمیں ہیں واجب' سنت اور نفل (۳) اگر رمضان المبارک کے آخری دس دن کا اعتکاف کیا ہو تو ایک بار کی نیت کافی ہے' اپنی ضروری حاجات سے فارغ ہو کر جب مسجد میں آئے تو دوبارہ نیت کرنا ضروری نہیں۔

قرآن شریف مکمل نہ کرنے والا بھی اعتکاف کر سکتا ہے:

س..... ایک شخص جس نے قرآن شریف مکمل نہیں کیا یعنی چند پارے پڑھ کر چھوڑ دیئے مجبوری کے تحت کیا وہ شخص اعتکاف میں بیٹھ سکتا ہے؟

ج..... ضرور بیٹھ سکتا ہے' اس کو قرآن مجید بھی ضرور مکمل کرنا چاہئے' اعتکاف میں اس کا بھی موقع ملے گا۔

اعتکاف کی منت پوری نہ کر سکے تو کیا کرنا ہوگا؟

س..... میں نے ایک منت مانی تھی کہ اگر میری مراد پوری ہو گئی تو میں اعتکاف میں بیٹھوں گا مگر میں اس طرح نہ کر سکا' تو مجھے بتایئے کہ میں اس کے بدلے میں کیا کروں کہ میری یہ منت پوری ہو جائے۔ باقی دو روزے نہ رکھنے کے لئے بتایئے کہ کتنے فقیروں کو کھانا کھلانا ہوگا؟

ج..... (۱) آپ نے جتنے دن کے اعتکاف کی منت مانی تھی اتنے دن اعتکاف میں بیٹھنا آپ پر واجب ہے اور اعتکاف روزے کے بغیر نہیں ہوتا اس لئے ساتھ روزے رکھنا بھی واجب ہیں۔ جب تک آپ یہ واجب ادا نہیں کریں گے آپ کے ذمہ رہے گا اور اگر اسی طرح بغیر کئے مر گئے تو قدرتی بات ہے واجب روزوں کے ادا نہ کرنے کی سزا بھگتنا ہوگی اور آپ کے ذمہ روزوں کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت بھی لازم ہوگی۔

(۲) جتنے دن کے روزوں کی منت مانی تھی اتنے دن کا روزہ رکھنا ضروری ہے اس کا فدیہ ادا نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اگر آپ اتنے بوڑھے ہو گئے ہوں کہ روزہ نہیں رکھا جا سکتا یا ایسے دائمی مریض ہوں کہ شفا کی امید ختم ہو چکی ہے تو آپ ہر روزے کے عوض کسی محتاج کو دو وقت کا کھانا کھلا دیجئے یا صدقہ فطر کی مقدار غلہ یا نقد روپے دے دیجئے۔

زکوٰۃ کے مستحقین:

س..... کن کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور کن کن کو ناجائز؟

ج..... اپنے ماں باپ اور اپنی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ اسی طرح شوہر بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے ہیں۔ جو لوگ خود صاحب نصاب ہوں ان کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان (ہاشمی حضرات) کو زکوٰۃ دینے کا حکم نہیں' بلکہ اگر وہ ضرورت مند ہوں تو ان کی مدد غیر زکوٰۃ سے لازم ہے۔ اپنے بھائی' بہن' چچا' بھتیجے' ماموں' بھانجے کو زکوٰۃ دینا جائز ہے مزید تفصیل خود پوچھئے یا کسی کتاب میں پڑھ لیجئے۔

س..... زکوٰۃ کی تقسیم کن کن قوموں پر حرام ہے جبکہ ہمارے علاقے تحصیل پلندری بلکہ پورے آزاد کشمیر میں سید' ملک' اعوان اور لوہار' کھان' قریشی وغیرہ ان کے لئے زکوٰۃ حرام قرار دے کر بند کر دی گئی البتہ سید حضرات کے لئے تو زکوٰۃ کے حقدار ہیں یا نہیں براہ کرم اس کی بھی وضاحت کریں سید گھرانے کے علاوہ حاجت مند لوگ مثلاً یتیم' بیوہ' معذور زکوٰۃ لینے کے حقدار ہیں۔

ج..... زکوٰۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے لئے حلال نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے مراد ہیں آل علی' آل عقیل' آل جعفر' آل عباس اور آل حارث بن عبدالمطلب پس جو شخص ان پانچ بزرگوں کی نسل سے ہو تو دوسرے فنڈ سے ان کی خدمت کرنی چاہئے۔

○

بیاد:

☆امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
☆قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
☆مولانا محمد علی جالندھریؒ ☆مولانا لال حسین اخترؒ
☆مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
☆مولانا محمد حیاتؒ ☆مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
☆مولانا محمد شریف جالندھریؒ

ہفت روزہ
ختم نبوة
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوة کا ترجمان

جلد ۱۷ | ۴ تا ۱۵ شوال ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۲ جنوری تا ۴ فروری ۱۹۹۹ء | شمارہ ۳۵، ۳۶

سرپرست: حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ
مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی
نائب مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری
مدیر: مولانا اللہ وسایا

اس شمارہ میں

☆ جوتے پر کلمہ طیبہ .... حکومت نوشتہ دیوار پڑھے! (اداریہ) 4
☆ دعوت فکر .... (لیفٹیننٹ جنرل ریٹائرڈ حمید گل) 6
☆ ۷/ ستمبر ۱۹۷۴ء کے فیصلہ پر بے جا اعتراض (حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی) 7
☆ قادیانیت کا اصل چہرہ! .... (جناب مجید نظامی صاحب) 9
☆ جعلی نبوت کا خاتمہ .... (جناب پروفیسر محمد سلیم صاحب) 12
☆ عیدالفطر ...... تشکر و انبساط کا دن .... (مولانا محمد اشرف کھوکھر) 14
☆ اسلام میرا انتخاب .... (نومسلمہ ہدیٰ ذاج) 16
☆ اسلام کی باغی بنگلہ دیش کی مصنفہ تسلیمہ نسرین ...... (جناب اقبال احمد صدیقی) 19
☆ تہذیب مغرب کے علمبردار ...... انسان یا درندے (ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی) 22
☆ تجدید دین میں علماء دیوبند کا مقام .... (جناب نصیر الدین صاحب) 24
☆ اخبار ختم نبوت 27

مجلس ادارت
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا عبدالرحیم اشعر
مولانا مفتی محمد جمیل خان
مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا سعید احمد جلالپوری
مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
مولانا محمد اشرف کھوکھر

سرکولیشن منیجر: محمد انور
قانونی مشیر: حشمت حبیب ایڈووکیٹ
ٹائیٹل ڈیزائن: خرم
کمپیوٹر کمپوزنگ: فیصل عرفان

زر تعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ امریکی ڈالر۔ یورپ، افریقہ: ۷۰ امریکی ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر
زر تعاون اندرون ملک: فی شمارہ: ۵ روپے
سالانہ: ۲۵۰ روپے ششماہی: ۱۵۰ روپے سہ ماہی: ۸۵ روپے
چیک/ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت نیشنل بنک پرانی نمائش، اکاؤنٹ نمبر ۹ ۷۸۴ کراچی (پاکستان) ارسال کریں

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۷۷۸۰۳۴۰
مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ ملتان۔ فون: ۵۱۴۱۲۲-۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۵۴۲۲۷۷
لندن آفس: 35 STOCKWELL GREEN LONDON. SW9. 9HZ. U.K. PHONE: 0171- 737-8199.

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب رحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

جوتے پر کلمہ طیبہ ....حکومت نوشتہ دیوار پڑھے!!

قرآن و سنت کی رو سے عقیدۂ ختم نبوت دین اسلام کی اساس ہے جس کی بدولت امت مسلمہ انتشار و افتراق سے محفوظ ہے اور یہی عقیدہ پوری امت مسلمہ کے اتحاد و یکجہتی 'وحدت' استحکام اور سالمیت کا آئینہ دار ہے۔ قادیانی جماعت اپنے سفید آقاؤں کی سرپرستی میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوائے نبوت سے تاحال عقیدہ ختم نبوت کے خلاف اپنے شب و روز کارت کر رہی ہے۔ امت مسلمہ کی یکجہتی واستحکام کو نقصان پہنچانے کے لئے مرزا قادیانی کی معنوی ذریت نے کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا' دراصل قادیانیت برطانوی سامراج کی حمایت اور سرپرستی میں اپنا بر ص زدہ چہرہ چھپانے کے لئے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر امت مسلمہ کے ہر معاملے میں مخالفت کرتی ہے' چونکہ قادیانیت کی نیو عیسائیوں نے اٹھائی جیسا کہ مسٹر ڈبلیو ہنٹر نے تو یہ بات لکھی ہے کہ :

> ''ہم برصغیر میں ایسا نظام تعلیم رائج کریں گے جس کے ذریعے اگر مسلمان عیسائی نہیں ہوئے تو وہ مسلمان بھی نہیں رہیں گے۔''

انگریز نے ایسا نظام تعلیم رائج کیا جس کے فروغ و رواج سے مسلمانوں کے دل و دماغ سے اسلامی روح نکل گئی اور اس نے ایسے گروہ' جماعتیں اور افراد کھڑے کیے جنہوں نے مسلمانوں کو مسلمان نہ رہنے دیا۔ انگریزوں نے اسلام کے مقابلے میں ''قادیانیت'' جیسے خود کاشتہ پودے کی ہمیشہ آبیاری کی' مسلمان بھول بھلیوں میں پھنس گیا اور یہ سوچنے لگا کہ اصل اسلام کیا ہے؟ اور نقلی اسلام کیا ہے؟

مرزا قادیانی بظاہر عیسائیت کے خلاف تقریریں کرتا تھا' لیکن عیسائی اور عیسائی حکومت نے اس کی کبھی بھی مخالفت نہیں کی تھی اور آج تک انگریز نے اپنے پروردہ مرزا قادیانی کی اولاد کو اپنے ہاں گوشہ عافیت مہیا کیا ہوا ہے۔ مرزا طاہر لندن میں بیٹھ کر ملک و ملت اسلامیہ کے خلاف شب و روز اپنی مذموم سرگرمیوں میں مصروف ہے۔

مغرب اور اہل مغرب اسلام سے خوفزدہ ہیں' اس لئے اسلام کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنہ کی سرپرستی اور حمایت کرتے ہیں' شاتم رسول' گستاخ مصنف سلمان رشدی کی ہرزہ سرائی کی نازیبا داستان ہو یا بنگلہ دیش کی گستاخ رسول' تسلیمہ نسرین کی دین کے خلاف ہرزہ سرائی! سب کے پیچھے اہل مغرب کا خفیہ ہاتھ کام کرتا ہے۔ جب تسلیمہ نسرین نے مبینہ طور پر قرآن پاک کے خلاف دریدہ دہنی کی تو بنگلہ دیش میں متوقع طور پر مسلمان احتجاج کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے' اس کے تصنیف کئے ہوئے وہ نازیبا کلمات جو اس نے قرآن مجید اور شعائر اسلامی کی شان میں کہے تھے' ہر صاحب ایمان کے لئے ناقابل برداشت تھے چنانچہ بنگلہ دیش کی دارالحکومت ڈھاکہ میں مرکزی جامع مسجد کے سامنے ہزاروں مسلمانوں نے اس متنازعہ مصنفہ کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا اور جامع مسجد بیت المکرم کے سامنے خطاب کرتے ہوئے تسلیمہ نسرین کو گرفتار کر کے سزائے موت دینے کا مطالبہ کیا۔

حکومت نے اس کے خلاف مقدمہ درج کیا اور اس کی گرفتاری کے لئے وارنٹ بھی جاری کئے گئے' لیکن وہ روپوش ہو کر یورپ فرار ہو گئی' جہاں اس کو اسلام دشمنی کے صلہ میں گوشہ عافیت مہیا کیا گیا اور سویڈن یا دوسرے یورپی اخبارات نے تسلیمہ نسرین کے بیانات کو شاتم

رسولؐ سلمان رشدی کی طرح اہمیت دی اور اسے دربدر ٹھوکریں کھانے سے بچایا۔ یہ یہود و نصاریٰ کی جانب سے انسانیت دوستی نہیں بلکہ سوچی سمجھی پرانی حکمت عملی ہے' جو مسلمان منحرف ہو کر مل جائیں ان کے بڑے کام آتے ہیں۔ امریکی جریدہ ''ٹائم'' کے مطابق چار سال کی جلاوطنی کے بعد بھی گستاخ مصنفہ بی بی سی کو دیئے گئے انٹرویو میں دریدہ دہنی سے باز نہیں آئی۔

ملک عزیز کے اندر کی صورتحال بھی قابل رحم ہے۔ قیام پاکستان کو پچاس برس سے زائد عرصہ بیت چکا' یہ پاکستان جس کو اسلام اور کلمہ طیبہ کی بنیاد پر لاکھوں نوجوانوں کو شہید کروا کر ہزاروں ماؤں' بہنوں کی عصمتوں کو لٹوا کر حاصل کیا گیا۔ لیکن آج اسی پاکستان میں اسلام اور کلمہ کی توہین پر ہمارے ارباب اختیار کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ قومیت' لسانیت اور فرقہ واریت کو ہوا دے کر مغربی لابیاں' قادیانی اور دیگر یہود و نصاریٰ کی پروردہ لابیاں ملکی حالات کو تہ وبالا کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں ہیں تازہ ترین صورتحال کچھ اس طرح ہے:

> ''گوجرانوالہ (نمائندہ خصوصی) فاکس ٹیل نامی کورین کمپنی کے برانڈ کے جوتے پر مختلف ملکوں کے جھنڈے بنے ہوئے ہیں اور ان ممالک کے ساتھ سعودی عرب کا جھنڈا بھی بنا ہوا ہے' جس پر کلمہ طیبہ واضح نظر آرہا ہے۔ اس گھناؤنی حرکت کا انکشاف اس طرح ہوا کہ کے ٹی ماڈل اسکول میں زیر تعلیم چھٹی جماعت کے ایک طالب علم نے لنڈا بازار سے بوٹ خریدے اور ان کو پہن کر اسکول آگیا۔ جونہی کلاس انچارج کی نظر ان پر پڑی تو انہوں نے وہ بوٹ اس بچے کے پاؤں سے اتروا کر دھوئے اور اپنے قبضے میں لے کر اس کی اطلاع ڈی سی گوجرانوالہ کو دی گئی۔ لیکن تاحال اس پر کوئی کارروائی عمل میں نہیں لائی گئی ہے۔''

یہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں قربانیوں کے بعد حاصل کئے جانے والے ملک عزیز میں اسلام کے خلاف کی گئی گھناؤنی حرکات کی مغربی لابیوں کی تازہ ترین شر انگیز صورتحال ہے۔

اسلام اور کلمہ طیبہ کی بنیاد پر حاصل کئے جانے والے ملک کے اندر رسول آخرین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس سے کونسا دقیانوسی کھیل نہیں کھیلا گیا؟

کبھی اس مقدس نام نامی اسم گرامی (محمدؐ) کو عین پیشاب گاہ پر لکھا جائے (نعوذباللہ) وہ نام جو عرش معلی کی زینت بنے' وہ نام جو آدم علیہ السلام کی نجات کا سبب بنے' وہ نام جو وجہ تخلیق کائنات ہو' کبھی اس مقدس نام کو لیڈیز کپڑوں پر چھاپ کر بازار میں فروخت کیا جائے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کو ناپاک حشرات الارض' بدبودار اور نجاست کی جگہ لکھا جائے (نعوذباللہ)

آج ایک ارب پچاس کروڑ مسلمانوں کی موجودگی میں ایک ''فاکس ٹیل'' نامی کورین کمپنی جوتے پر کلمہ طیبہ لکھ کر فروخت کر رہی ہے۔ انتظامیہ اور ارباب اختیار کو اس قبیح اور گستاخانہ حرکت سے آگاہ بھی کیا جائے اور وہ ٹس سے مس نہ ہوں۔ انتہائی افسوس کا مقام ہے۔

اسلام اور امت مسلمہ کے خلاف جتنے بھی فتنے دنیا میں اٹھ رہے ہیں یا اٹھائے جارہے ہیں یہ اسی ''انگریزی نظام نبوت'' کی کرشمہ سازیاں ہیں۔ عیسائی ہوں یا قادیانی ان میں کبھی مغائرت نہیں رہی۔ عیسائی قادیانی گٹھ جوڑ کوئی نئی بات نہیں۔

ہمارا حکومت پاکستان سے دیرینہ مطالبہ ہے کہ وہ عیسائی مشنریوں' قادیانی سازشوں اور مسلمانوں کے خلاف ان کے گٹھ جوڑ کا سدباب کر کے قیام پاکستان کے تقاضوں کو پورا کرے۔

لیفٹیننٹ جنرل (ر) حمید گل

دعوتِ فکر

قادیانیوں کا عقیدۂ ختم نبوت سے انکار امت مسلمہ کی یکجہتی اور استحکام کو نقصان پہنچانے اور انتشار و تفریق پیدا کرنے کا باعث ہے لہٰذا مسلمانوں کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ ایسی جماعت کی مذموم سرگرمیوں کے خلاف اپنا دفاع کریں...... (مدیر)

الحمد للہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے' جس کے آئین کے سیکشن ۲ الف میں قرآن و سنت کی بالادستی کا اقرار کیا گیا ہے۔ قرآن و سنت کی رو سے عقیدہ ختم نبوت دین اسلام کی اساس ہے' یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جس کی بدولت امت مسلمہ انتشار سے محفوظ ہے۔ یہی عقیدہ پوری امت مسلمہ کے اتحاد' یکجہتی' وحدت' استحکام اور سالمیت کا آئینہ دار ہے۔

قادیانی جماعت اس عقیدہ کی منکر ہے' قادیانیوں کا اس عقیدے سے انکار امت مسلمہ کی یکجہتی اور استحکام کو نقصان پہنچانے اور انتشار و تفریق پیدا کرنے کا باعث ہے' لہٰذا مسلمانوں کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ ایسی جماعت کی مذموم سرگرمیوں کے خلاف اپنا دفاع کریں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام اور قادیانیت دو الگ الگ مذاہب ہیں۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ نبوت و رسالت حضور نبی کریم ﷺ پر ختم ہو گئی ہے۔ جبکہ قادیانی حضرات مرزا غلام احمد کو نیا نبی اور رسول مانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک غیر قادیانی یعنی مسلمان کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

دراصل قادیانیت' برطانوی سامراج کی بدترین یادگار ہے جو اس کی حمایت اور سرپرستی میں کام کر رہی ہے کہ ایک مذہب ہی نہیں بلکہ ایک ایسی تحریک بھی ہے جس کی اسلام اور پاکستان سے وفاداری مشکوک ہے۔ پاکستان کے مذہبی حلقوں کو ہمیشہ سے یہ تاثر رہا ہے کہ قادیانی حضرات امت مسلمہ کے ہر معاملے کی بھرپور مخالفت کرتے رہتے ہیں اور یہود و ہنود کے ہر اس منصوبے کی حمایت کرتے ہیں جس کا مقصد مسلمانوں یا اسلام کو نقصان پہنچانا ہو۔ ایسے شواہد بھی سامنے آئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اسلام دشمن طاقتوں سے تعاون کرتے ہوئے اسلامی عقائد اور تعلیمات کو مسخ کرنے اور ان میں تحریف کرنے کے لئے ان کے ایجنٹ کے طور پر بھی کام کرتے رہے ہیں۔ یہ اطلاعات بھی مل رہی ہیں کہ قادیانی لابی غیر محسوس طریقے سے پاکستان کو اندر ہی اندر سے کمزور کرنے میں مصروف ہیں۔ کراچی اور پنجاب میں جو تخریب کاری' دہشت گردی اور قتل و غارت ہو رہی ہے' قادیانی لابی کو بھی اس ضمن میں شک کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ ہمارے بعض مذہبی حلقوں کا یہ خیال ہے کہ یہی وہ خفیہ ہاتھ ہے جو ملک کی معاشی ترقی اور استحکام کا دشمن ہے۔ خود علامہ اقبالؒ نے بھی اس خطرناک گروہ کی نشاندہی پنڈت جواہر لعل نہرو کے نام اپنے تاریخی مکتوب میں یہ کہہ کر کردی تھی کہ "قادیانی اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں۔"

۱۹۷۴ء میں پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر دوسری آئینی ترمیم کے ذریعے قادیانیوں کو اس کے کفریہ عقائد کی بنا پر آئین کے آرٹیکل ۱۰۶ اور آرٹیکل ۲۶۰ کی ذیلی شق (۳) کے تحت غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ یہ ترمیم طویل صلاح مشورے' علمی بحث و مباحثے اور مسئلے کی مکمل چھان بین کے بعد جمہوری' پارلیمانی اور عدالتی طریقے پر کی گئی تھی۔ پارلیمنٹ میں انہیں غیر مسلم قرار دیے جانے والے اجلاس میں یہ قرارداد بھی پیش کی گئی کہ "احمدی اندرونی اور بیرونی سطح پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں' حکومت پاکستان اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے ہوئے ان سرگرمیوں کے سدباب کے لئے فوری اور ٹھوس اقدامات کرے۔" درج بالا حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس گروہ کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی جائے اور مسلمانوں کو ان کی حقیقت اور مذموم عقائد و عزائم سے آگاہ کیا جائے۔ مسلمانوں کے لئے جہاں عقیدہ ختم نبوت کی تفصیلات سے آگاہی ضروری ہے وہاں ان کے لئے قادیانیوں کے اصل چہرے سے شناسائی بھی ضروری ہے۔ ○

۷ ستمبر ۷۴ء کے فیصلے پر بے جا اعتراض

لاہوری فرقہ کہتا ہے کہ مرزا صاحب نبی نہیں تھے اور ربوائی فرقہ کہتا ہے کہ نبی تھے اور دنیا جانتی ہے کہ نبی کو نبی نہ ماننا کفر ہے اور غیر نبی کو نبی ماننا بھی کفر' اب لاہوری مرزائیوں کے نزدیک ”ربوائی فرقہ“ کافر ہے اور ربوہ والوں کے نزدیک لاہوری فرقہ مرزا کو نبی نہ ماننے کی وجہ سے کافر ہے۔ ۷/ ستمبر ۱۹۷۴ء کے آئینی فیصلہ پر ایک معترض کے جواب میں حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی چشم کشا تحریر ملاحظہ فرمائیں.......... (مدیر)

پاکستان کی اسمبلی کا قادیانیوں کو کافر قرار دینا ۷۴ء کے اہم ترین واقعات میں سے تو ضرور ہے مگر یہ معاملہ یا فیصلہ ایک اعلیٰ سیاسی و آئینی ادارہ کی جانب سے صادر ہوا ہے جو خالصتاً ایک سیاسی فیصلہ ہے (پرویز صاحب کا) اس سیاسی فیصلے کو اپنی مری اور مٹی ہوئی ساکھ کو بحال کرنے یا برقرار رکھنے کے لئے استعمال کرنا ہمارے نزدیک انتہائی عیاری اور عوام دشمنی ہے۔

معروضی تجزیہ: واقعات و حالات کا تجزیہ معروضی انداز میں کیا جانا چاہئے۔ اپنی اپنی رنگین و طرحدار خواہشات کی عینکیں لگا کر مشاہدہ کرنے والے ہی ہمیشہ ناکام و نامراد ہوئے ہیں۔ ہمارے خیال میں ربوائی گروپ نے اپنی حکمت عملی سے حکومت وقت کے ساتھ ٹکراؤ و تصادم کی پالیسی اختیار کرنے کا فیصلہ واقعہ ربوہ سے بہت قبل کر لیا تھا' اس سلسلہ میں کئی ایک شہادات اخبارات میں بھی ظاہر ہو چکی ہیں۔ ہم جیسے عام انسانوں کی آنکھوں نے بھی ان کا مشاہدہ کیا ہے قادیانیوں نے ایک لمبے عرصہ سے اپنے آپ کو عام مسلمانوں سے الگ کر لیا تھا۔ وہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا' ان کے رشتہ نکاح کرنا' ان کی نماز جنازہ پڑھنا' غرضیکہ کسی بھی مشترک امر پر عام مسلمانوں سے تعاون کرنے پر تیار نہ تھے۔

انہوں نے مرزا صاحب کو عملاً ایک مستقل نبی اور اپنے آپ کو ایک مستقل امت مان کر اپنی حکمت عملی کا قیام پاکستان سے بہت پہلے ہی آغاز کر دیا تھا ان کی آمرانہ قیادت نے برطانوی حکومت' کانگریس اور مسلم لیگ کی ایک مثلیث کے بارگراں کو وقتاً فوقتاً اپنی نازک کمر پر اٹھانے کی کوشش کی اور آخر میں کچھ مخصوص مفادات اور

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

حالات کے پیش نظر اس آمرانہ قیادت نے پی پی پی کے ساتھ انتخابات کے دوران ہر طرح کے تعاون کا فیصلہ کر لیا اور جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے اس نے رات دن کام کیا' اس کے مذہبی ہمہ وقتی مبلغین نے اپنے اپنے جماعتی حلقوں اور دیگر زیر اثر علاقوں میں پی پی پی کے لئے کام کیا۔ اس قادیانی حکمت عملی کے پس منظر میں کچھ مخصوص ذہنی تحفظات اور مقدمات فکر کام کر رہے تھے۔ انہیں خطرہ یہ تھا کہ کہیں کوئی مذہب پسند سیاسی جماعت پاکستان کی ہیئت مقتدرہ پر قبضہ نہ کرے اس خطرہ کے پیش نظر انہوں نے پی پی پی کے ساتھ ہر طرح کے تعاون یا اشتراک کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ پی پی پی کو توقع سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کی اس کامیابی کو بھی ربوہ کی آمرانہ قیادت نے اپنے مخصوص عقائد و نظریات اور مستقبل کی خوش آئند توقعات کے زاویہ نگاہ سے دیکھنا شروع کر دیا اور ان کے مہم جو عناصر نے آہستہ آہستہ حکومت کی مسند اور اقتدار کی کرسی پر پہنچنے کے سہانے خواب دیکھنے شروع کر دیئے اگر قارئین نے اس تقریر کو پڑھا ہے جو ناصر احمد خلیفہ ربوہ نے کشمیر اسمبلی کے فیصلہ کے متعلق ایک جمعہ میں خطاب کرتے ہوئے کی تھی تو وہ ہماری اس رائے کی تائید کریں گے اس تقریر میں جو تعلی و انانیت اور جس خود فریبی کی نمود و نمائش کی گئی اس سے صاف نظر آ رہا تھا کہ یہ قیادت کسی وقت بھی تصادم و ٹکراؤ کو لبیک کہنے کے لئے تیار بیٹھی ہے۔ لیکن انہیں اس امر کا احساس نہیں ہوا کہ اس وقت پاکستان کی سیاسی زمام اقتدار ایک ایسے انسان کے قبضہ میں ہے جو سیاست و حکمت عملی کے تہ در تہ اسرار و رموز کا کامل ماہر ہے۔ پھر وہ عوامی مزاج کا لیڈر ہے وہ تحفظ و استحکام پاکستان کا ہر قیمت پر متمنی ہے لہٰذا جب بھی اس کی کسی قوت کو چیلنج کیا گیا وہ اپنی حکمت عملی'

اپنے عوام پسند مزاج' تحفظ و استحکام پاکستان کے مخصوص مفادات کے پیش نظر اپنے عزیز سے عزیز تر رفیقوں اور غدار ساتھیوں کو چھوڑنے اور انہیں اپنی موت مرنے کے لئے تنہا چھوڑ دے گا۔

خالص سیاسی فیصلہ :ہمارے نزدیک قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کی اصل وجوہ سیاسی ہیں' اور چونکہ انہوں نے عملاً اپنے آپ کو عام ملت سے الگ ایک امت بنالیا ہے' ایک نئی نبوت کے وہ مدعی بن چکے ہیں لہذا اسمبلی نے خود انہیں کے آلہ و ہتھیار سے انہیں مفلوج کر دینے کا فیصلہ کیا ہے' اسے پرویز صاحب اپنے کھاتے میں ڈالنا چاہتے ہیں' تو یہ ان کی بھول ہے۔ خود پرویز صاحب نے بھی جناب وزیر اعظم کی اس تقریر پر جو انہوں نے اسمبلی میں فیصلہ کئے جانے کے دوران کی تھی اظہار حیرت و تعجب کیا ہے۔ پرویز صاحب نے حوالہ ہفت روزہ ایشیا وزیر اعظم کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں "یہ فیصلہ مذہبی بھی ہے اور سیکولر بھی' سیکولر اس معنی میں کہ ہم عصر جدید میں سے گزر رہے ہیں اور ہمارا دستور سیکولر ہے کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ ملک کے تمام شہری یکساں سلوک کے حقدار ہیں۔" (صفحہ ۲۹ ماہنامہ طلوع اسلام نومبر)

ان الفاظ پر جو شخص بھی ذرا گہرائی میں اتر کر مستقبل قریب اور بعید پر ایک گہری نگاہ ڈال کر بات کرے گا وہ یہ کہے بغیر نہیں رہے گا کہ جن جن مذہبی جماعتوں یا مفکروں نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دیئے جانے کا کریڈٹ اپنے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کی ہے انہوں نے نہ صرف انتہائی سادہ لوحی سے کام لیا ہے بلکہ عوام اور پاکستان سے بھی کوئی اچھا برتاؤ نہیں کیا۔

جماعت احمدیہ لاہور کا قصور :بظاہر اس فیصلہ میں شدت و غلظت نظر آئی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کم از کم جماعت احمدیہ لاہور کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا اور انہیں بلاوجہ کافر قرار دے دیا گیا ہے لیکن اگر خود جماعت لاہور کی خارجہ و داخلہ حکمت عملی کا تجزیہ کیا جائے تو اس میں بھی کافی تضادات ہیں۔

مثلاً اگر وہ یہ مانتے ہیں کہ ان کے محمودی ٹولے سے اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ یہ ٹولہ مرزا صاحب کو حقیقی نبوت کا مدعی مانتا ہے اور اس طرح اپنے آپ کو ایک الگ امت منوانا چاہتا ہے اور اپنے طرز عمل سے بھی ربوائی گروہ اسی طرح کے شواہد مہیا کر چکا ہے تو آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ جماعت لاہور جماعتی سطح پر نام لے کر ربوائی گروہ کو کافر نہیں کہتی؟ ان سے بیزاری و علیحدگی اختیار نہیں کرتی؟ ہمیں ان کے اخلاص نیت سے انکار نہیں لیکن ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان کی اس کچے دروں اور ملے روں قسم کی پالیسی نے ہی انہیں موجودہ بدحالی اور شومئی قسمت سے دوچار کیا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ حکومتوں کے فیصلوں سے کفر و ایمان کے فیصلے نہیں ہوتے مگر یہ بھی غلط نہیں ہے کہ حکومتوں کے فیصلے بھی آدمیوں کے کفر و ایمان پر بڑے ہی گہرے مثبت و منفی اثرات ڈالتے ہیں اور جب تک کسی تنظیم و تحریک کے پاس جاندار' فعال اور حالات و واقعات سے پوری طرح باخبر قیادت موجود نہ ہو اس وقت تک وہ تحریک و تنظیم بیسویں صدی کے اس خالص مادی و اقتصادی دور میں زندہ نہیں رہ سکتی۔

۷/ستمبر کے آئینی فیصلہ کے بارے میں مضمون نگار کے معروضی تجزیہ کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ جماعت ربوہ نے مرزا صاحب کو مستقل نبی قرار دے کر اور لاہوری جماعت نے قادیانیوں کو مسلمان سمجھ کر اپنے غیر مسلم اقلیت ہونے کا ثبوت دیا اس لئے اس فیصلہ کی ذمہ داری ان پر عائد ہوتی ہے۔

دوم : قادیانی امت نے مرزا صاحب کی تلقین کے مطابق مسلمانوں سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لئے۔ مرزا صاحب نے اپنی امت کو خدائی حکم سنایا کہ "وہ (مسلمان) اس لائق نہیں ہیں کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھے کیا زندہ مردے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے؟ پس یاد رکھو کہ جب کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو...... تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعوئی اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑے گا۔" (حاشیہ اربعین نمبر ۳ ص ۲۸ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن ص ۴۱۷ ج ۱۷)

سوم : قادیانی امت نے مرزا صاحب کے فتوئی کے مطابق مرزا کے نہ ماننے والوں کو پکا کافر قرار دیا۔ مرزا صاحب کا فتوئی یہ تھا کہ :

"ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳ روحانی خزائن ص ۱۶۷ ج ۲۲)

"جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ مجھے مفتری قرار دے کر مجھے کافر ٹھہراتا ہے اس لئے میری تکفیر کی وجہ سے آپ کافر بنتا ہے۔" (ایضاً حاشیہ روحانی خزائن ص ۱۶۷ ج ۲۲)

چہارم :اس ترنگ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لاہوری فرقے کو بھی معاف نہیں کیا' بلکہ ان کے طرز عمل کے بارے میں تخم دیانت سے عاری' ایمان سے محروم اور منافق ہونے کا فتوئی صادر فرمایا' سنئے اگر دوسرے لوگوں (لاہوری

باقی صفحہ ۱۱ پر

قادیانیت کا اصل چہرہ

قادیانی مسئلہ دور غلامی کی یادگار ہے اگر ہم غلام نہ ہوتے تو یہ گوری اقلیت کا خود کاشتہ پودا تناور درخت نہ بنتا' سماجی اور سیاسی اعتبار سے یہ فرقہ خود کو سواد اعظم سے الگ تصور کرتا ہے' واقعات کے لحاظ سے یہ گروہ برطانیہ اسرائیل اور بھارت کے "ففتھ کالمسٹ" کی حیثیت رکھتا ہے جو پاکستان میں سرگرم عمل ہے اور اس کی وفاداری بھی مشکوک ہے اگر "ختم نبوت" ہمارا جزو ایمان ہے تو رسول آخرین کو خاتم النبیین ماننے کے بعد مرزا قادیانی کے پیروکاروں کیلئے پاکستان میں کیا جگہ رہ جاتی ہے؟......(مدیر)

جناب مجید نظامی صاحب چیف ایڈیٹر روزنامہ "نوائے وقت" لاہور

پاکستان ایک اسلامی ملک ہے جس کا سرکاری مذہب اس کے آئین کی رو سے اسلام قرار دیا گیا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں عقیدہ توحید اور عقیدہ ختم نبوت بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ مسلمانوں کے نزدیک حضور اکرم ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ ختم نبوت کا یہ عقیدہ تاریخ کے ہر دور میں' ہر مسلک کے مسلمانوں کے درمیان متفقہ طور پر موجود رہا ہے۔ اجماع امت کے حامل مسلمانوں کے اس عقیدے سے انحراف نہ صرف قرآن و سنت کی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ یہ اتحاد امت کو پارہ پارہ کرنے کی مذموم کوشش کے مترادف بھی ہے۔ اس عقیدہ کا تحفظ وطن عزیز کی جغرافیائی حدود کی حفاظت سے بھی زیادہ لازمی ہے۔ یوں تو لاتعداد مسلمانوں نے تحفظ ختم نبوت کی ترجمانی کا فریضہ سرانجام دیا ہے' مگر میں یہاں مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبالؒ کے ان کلمات کا ذکر کرنا چاہوں گا جو انہوں نے پنڈت جواہر لعل نہرو سے بحث کے دوران ادا کئے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ:

"حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان لائے بغیر کسی مسلمان کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا اور اب جو کوئی' کسی بھی قسم کا دعوئی نبوت کرتا ہے' وہ جھوٹا' کاذب' کافر اور مرتد ہے۔" ربوہ والے حضور اکرم ﷺ کے بجائے نعوذباللہ مرزا صاحب کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں جب وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم بھی ختم نبوت کے قائل ہیں تو ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور یہی وجہ ہے کہ پہلے قادیان اور اب ربوہ میں صرف "خلیفے" آرہے ہیں' کوئی نبی نہیں آیا۔ لاہوری حضرات مرزا صاحب کو نبی نہیں صرف مصلح قرار دیتے ہیں حالانکہ مرزا صاحب نے دعوئی نبوت کیا تھا اور ان کی جھوٹی نبوت پر ایمان لانے والے لوگ بھی خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ ظاہر ہے کہ جھوٹی نبوت کے دعویدار کو مصلح ماننے والے بھی انہی کے بھائی بند ہو سکتے ہیں اور انہی کی صف میں شامل ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قادیانی مسئلہ دور غلامی کی یادگار ہے۔ اگر ہم غلام نہ ہوتے تو یہ مسئلہ کبھی پیدا نہ ہوتا۔ گزشتہ چودہ سو سال میں کسی بھی آزاد اسلامی یا مسلمان ملک میں یہ مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔ کسی بھی اسلامی یا مسلمان ملک میں کسی دیوانے یا پاگل نے بھی دعوئی نبوت کی جرأت نہیں کی۔ ایران میں بہائی مذہب کے بانی کا جو حشر ہوا' اس سے کون ناواقف ہے؟ بہاء اللہ نے خود ہی اپنے آپ کو اسلام سے خارج کر لیا۔ مسلمان کہلانے کی اسے بھی جرأت نہ ہوئی لیکن ایران نے اس کے باوجود اسے اور اس کے مقلدین کو برداشت نہ کیا۔ ہمیں افسوس ہے کہ آزادی کے بعد ۲۶' ۲۷ سال تک ہم نے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش نہ کی' حالانکہ ہم نے یہ ملک اللہ اس کے رسولؐ اور اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا'

اگر ختم نبوت ہمارا جزو ایمان ہے تو رسول کریمؐ کو خاتم النبیین ماننے کے بعد ختم نبوت کی مختلف تاویلیں کرتے ہوئے دعوئی نبوت کرنے والے اور اس جھوٹے نبی کی امت کے لئے پاکستان میں کیا جگہ رہ جاتی ہے؟ یہ پنجاب کی بدقسمتی تھی کہ یہ پودا اس سرزمین میں ہی لگ سکا اور اس نے یہیں نشوونما پائی۔ یہ پنجابیوں کی مذہب کے معاملے میں سادہ لوحی اور اسلام کی طرف سے عطا کردہ فراخدلی کا نتیجہ تھا کہ انگریز کا یہ خود کاشتہ پودا تناور درخت بن گیا۔

قادیانیوں کی امنگوں اور آرزوؤں کا مرکز قادیان ہے جو بھارت میں واقع ہے۔ یہ تصور ان کا جزو ایمان ہے کہ وہ ایک نہ ایک دن ضرور واپس قادیان جائیں گے' ان کے قادیان جانے کے دو ہی طریقے ہو سکتے ہیں' ایک تو یہ کہ قادیانی حضرات مشرقی پنجاب کو بزور بازو فتح کر کے قادیان پہنچیں' یہ بڑی ناقابل عمل سی بات ہے' ویسے بھی قادیانی حضرات جہاد پر یقین نہیں رکھتے اور ان سے توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ لڑ کر مشرقی پنجاب فتح

کر سکیں۔ دوسرا ذریعہ اکھنڈ بھارت کا ہے یعنی مغربی پاکستان بھی خدانخواستہ بھارت کا حصہ بن جائے یا پنجاب اور تین پاکستانوں میں تقسیم ہو جائے۔ جنہیں بھارت کی زیر سرپرستی بنگلہ دیش جیسا درجہ حاصل ہو جائے' ہمارے خیال میں یہ صورت کسی بھی باغیرت پاکستانی کو پسند نہیں ہوگی۔

قادیانیت کی تاریخ سے شناسا لوگوں کو علم ہوگا کہ قادیانیت کی تحریک کا واحد مقصد دنیا کے مسلمانوں کو قادیانی بنانا تھا' وہ ہندوستان کو اس لئے اکھنڈ رکھنا چاہتے تھے کہ "وسیع بیس" سے اس مقصد کے لئے کام کیا جائے۔ وہ برصغیر کی تقسیم کو عارضی سمجھتے تھے۔ ان کے ان عزائم کی تصدیق قادیانیوں کے ترجمان روزنامہ الفضل قادیان کی ۱۵ اپریل ۱۹۴۷ء کے اس شمارے سے بخوبی ہو جاتی ہے جس میں قادیانی جماعت کے دوسرے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود کا سر ظفر اللہ چوہدری کے بھتیجے کے نکاح کے موقع پر خطبہ شائع ہوا تھا۔ اس خطبہ میں قادیانی جماعت کے سربراہ نے بڑے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ "ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہندو مسلم سوال اٹھ جائے اور ساری قومیں شیر و شکر ہو کر رہیں تاکہ ملک کے حصے بخرے نہ ہوں...... ممکن ہے عارضی طور پر کچھ افتراق پیدا ہو اور دونوں قومیں جدا رہیں مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دور ہو جائے۔ بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر و شکر رہیں۔"

سماجی اور سیاسی اعتبار سے یہ فرقہ خود کو سواد اعظم سے الگ تصور کرتا ہے' واقعات کے لحاظ سے یہ گروہ برطانیہ' اسرائیل اور بھارت کے ففتھ کالمسٹ کی حیثیت رکھتا ہے جو پاکستان میں سرگرم عمل ہے اور اس کی وفاداری بھی مشکوک ہے۔ انہوں نے تقسیم ہند کے بعد سے جان بوجھ کر اپنی جماعت کا ایک حصہ قادیان میں متعین کر رکھا ہے تاکہ ضرورت پڑنے پر ان سے کام لیا جائے۔ قادیانی حضرات خود ہی اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ سمجھتے ہیں' وہ مسلمانوں کو اپنے میں سے نہیں سمجھتے ان کے ساتھ شادی بیاہ نہیں کرتے' ان کی نماز اور جنازے میں شرکت نہیں کرتے۔ ان کی دعا میں ان کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر شامل ہونا پسند نہیں کرتے' ایسے طرز عمل کے بعد انہیں بطور مسلمان وہ تمام مراعات حاصل کرنے کا حق نہیں ہونا چاہئے جو انہیں دفاعی اور سول ملازمتوں میں میسر ہیں یا بینکنگ' صنعت اور زندگی کے دیگر تمام دوسرے شعبوں میں حاصل ہیں۔

قادیانی جماعت میں سے زیادہ پڑھا لکھا اور روشن خیال سر ظفر اللہ چوہدری تھے لیکن انہوں نے بھی بانی پاکستان بابائے قوم حضرت قائد اعظم کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے کی بجائے غیر مسلم سفیروں کے ساتھ زمین پر بیٹھنا پسند کیا تھا اور جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ وزیر خارجہ ہیں' لیکن جنازہ میں شریک نہیں ہوئے' اس کی وجہ کیا ہے؟ اس پر ظفر اللہ چوہدری نے کہا کہ "مجھے کافر حکومت کا مسلمان وزیر خارجہ سمجھ لیا جائے یا مسلمان حکومت کا کافر وزیر خارجہ" عقیدہ کے لحاظ سے اس سے بڑھ کر کسی کی پختہ زناری اور کیا ہو سکتی ہے؟ اس طرح انہوں نے تاریخ میں یہ شہادت ریکارڈ کروائی کہ مسلمانوں کا مذہب الگ ہے اور قادیانی ان سے الگ ایک نئے مذہب کے پیروکار ہیں۔

علامہ اقبالؒ اس گروہ کو یہودیت کا چربہ قرار دیتے ہیں' وہ فرماتے ہیں:

"کسی مذہبی تحریک کی اصل روح ایک دن میں نمایاں نہیں ہو جاتی' اچھی طرح ظاہر ہونے کے لئے برسوں چاہئیں' تحریک کے دو گروہوں کے باہمی نزاعات اس امر پر شاہد ہیں کہ خود ان لوگوں کو جو بانی تحریک کے ساتھ ذاتی رابطہ رکھتے تھے' معلوم نہ تھا کہ تحریک آگے چل کر کس راستہ پر پڑ جائے گی؟ ذاتی طور پر میں اس تحریک سے اس وقت بیزار ہوا تھا۔ جب ایک نئی نبوت...... بانی اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت...... کا دعویٰ کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا۔ بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی جب میں نے تحریک کے ایک رکن کو اپنے کانوں سے آنحضرت ﷺ کے متعلق نازیبا کلمات کہتے سنا' درخت جڑ سے نہیں پھل سے پہچانا جاتا ہے۔"

اسٹیٹس مین کے جواب میں حرف اقبالؒ از لطیف شیروانی' علامہ صاحب مزید فرماتے ہیں:

"تاہم ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیائے اسلام سے متعلق ان کے رویہ کو فراموش نہیں کرنا چاہئے' بانی تحریک نے ملت اسلامیہ کو سڑے ہوئے دودھ سے تشبیہ دی تھی اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ سے اور اپنے مقلدین کو ملت اسلامیہ سے میل جول رکھنے سے اجتناب کا حکم دیا تھا۔ علاوہ بریں ان کا بنیادی اصولوں سے انکار' اپنی جماعت کا نیا نام (احمدی) مسلمانوں کی قیام نماز سے قطع تعلق' نکاح وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں سے بائیکاٹ اور ان سب سے بڑھ کر یہ اعلان کہ دنیائے اسلام کافر ہے' یہ تمام امور

قادیانیوں کی علیحدگی پر دال ہیں باجمہ واقعہ یہ ہے کہ وہ اسلام سے اس سے کہیں دور ہیں' جتنے سکھ' ہندوؤں سے کیونکہ سکھ ہندوؤں سے باہمی شادیاں کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ ہندوؤں میں پوجا نہیں کرتے۔" (اسٹیٹس مین کے جواب میں حرف اقبال از لطیف شیروانی)

بھٹو حکومت کے دور میں ستمبر ۱۹۷۴ء میں پارلیمنٹ میں بڑی مفصل بحث کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا تھا۔ بھٹو حکومت نے اس طرح نوے سالہ پرانا مسئلہ حل کرنے کی سعادت حاصل ہونے کا بھی دعویٰ کیا تھا۔ یہ دعویٰ بے جا بھی نہیں تھا لیکن اس آئینی ترمیم کے بعد مروجہ تعزیرات میں ترمیم کے لئے جن قانونی اقدامات کی ضرورت تھی' ان کے اہتمام کو بوجوہ موخر کر دیا تھا۔ اس مقصد کے لئے اس زمانے میں قومی اسمبلی میں ایک نجی مسودہ قانون بھی پیش کیا گیا لیکن اسے دبا دیا گیا تھا اور اس طرح مسلمانوں کے اس ضمن میں یہ مطالبات پورے نہ ہو سکے اور دس سال تک وجہ اضطراب بنے رہے بعد ازاں حکومت پاکستان کی طرف سے امتناع قادیانیت کے نام سے نافذ کئے جانے والے آرڈیننس سے قانونی اقدامات پورے ہو گئے۔ اس آرڈیننس کے نفاذ نے مسلمانوں کے مطالبہ' توقع اور خواہش پورا کرنے والے قانونی اور منطقی اقدام کا اہتمام کیا۔

○

بقیہ : ۷ ستمبر کے فیصلہ پر بے جا اعتراض

مرزائیوں) میں تخم دیانت اور ایمان ہے اور منافق نہیں ہیں تو ان کو چاہئے کہ ان مولویوں کے بارے میں (جو مرزا صاحب کو مسلمان نہیں سمجھتے) ایک لمبا اشتہار ہر ایک مولوی کے نام کی تصریح سے شائع کر دیں کہ یہ سب کافر ہیں کیونکہ انہوں نے ایک مسلمان کو کافر بنایا تب میں ان کو مسلمان سمجھ لوں گا' بشرطیکہ ان میں نفاق کا شبہ نہ پایا جائے۔" (حقیقۃ الوحی ص ۱۶۵ روحانی خزائن ص ۱۶۹ ج ۲۲)

۷ / ستمبر کے آئینی فیصلہ سے پہلے اور بعد قریباً تمام عالم اسلام کے مسلمانوں نے مرزا صاحب کو دعویٰ نبوت کی وجہ سے خارج از اسلام قرار دیا۔ اب مرزا صاحب کے فتویٰ کے مطابق لاہوری فرقہ اسی وقت مسلمان سمجھا جائے گا جب کہ وہ ایک بہت ہی لمبا اشتہار شائع کرے اور تمام عالم اسلام کے ایک ایک فرد کا نام لے کر اس کے کافر ہونے کا اعلان کرے جب تک وہ اتنا لمبا چوڑا اشتہار شائع نہیں کرتے اس وقت تک یہی سمجھا جائے گا کہ مرزا صاحب کے فتویٰ کے مطابق وہ منافق اور تخم دیانت و ایمان سے محروم ہیں۔

پنجم: لاہوری فرقہ کہتا ہے کہ مرزا صاحب نبی نہیں تھے اور ربوائی فرقہ کہتا ہے کہ نبی تھے' اور دنیا جانتی ہے کہ نبی کو نبی نہ ماننا کفر ہے اور غیر نبی کو نبی ماننا بھی کفر ہے' اب لاہوریوں کے نزدیک ربوائی فرقہ غیر نبی ماننے کی وجہ سے کافر ہے اور ربوہ والوں کے نزدیک لاہوری فرقہ نبی کو نبی نہ ماننے کی وجہ سے کافر ہے' اس کے باوجود دونوں ایک دوسرے کو مسلمان کہتے ہیں' اس وجہ سے آئینی فیصلہ میں دونوں کا حکم ایک رکھا جانا ضروری تھا۔ گویا اس کی ذمہ داری بھی خود لاہوری فرقہ پر عائد ہوتی ہے کہ انہوں نے جھوٹے نبی کے ماننے والوں کو کیوں مسلمان سمجھا اور کیوں ان سے برادرانہ تعلقات رکھے۔

ششم: باقی رہی قادیانی امت کی تعلی' انانیت' خود فریبی اور نمود نمائش جس کا صاحب مضمون نے شکوہ کیا ہے تو ہمارے نزدیک یہ ساری چیزیں مرزائیت کے زمرے میں داخل ہیں اور مرزا غلام احمد کی مسیحیت سے مرزا ناصر کی خلافت تک ان کی تین نسلیں اسی تعلی' انانیت خود فریبی اور نمود و نمائش میں گزری ہیں' اس لئے یہ لاعلاج مرض ہے:

خدا کی شان ہے اک ریزہ چیں خوان نصاریٰ کا
گدائی کرتے کرتے مسیح موعود ہو جائے
(ظفر علی خان)

○

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
ASJ
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
GOLD, SILVER BUYERS, SELLERS& ORDER SUPPLIERS
Shop No. 85, Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Phone : 745543

پروفیسر محمد سلیم

جعلی نبوت کا خاتمہ

مدعیان نبوت پہلے بھی پیدا ہوتے رہے ہیں لیکن آج تک نبوت کا کوئی ایسا عویدار پیدا نہیں ہوا جس نے ایک استعماری قوت سے ایجنٹ کے طور پر نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور اپنی ممدوح قوت کی مدح میں کتابیں لکھ لکھ کر الماریاں بھر دیں‘ چاہئے تو یہ تھا کہ اس استعماری قوت کی رخصتی کے ساتھ ہی اس کی ایجنٹ نبوت بھی پاکستان سے رخصت ہو جاتی لیکن یہ ناخوشگوار فریضہ اہل پاکستان کو سرانجام دینا پڑا (ادارہ)

حضرت علامہ اقبالؒ ہمارے پیرو مرشد ہیں‘ انہوں نے امت مسلمہ کے بارے میں یہ کہہ کر بات ختم کر دی ہے کہ:

دل بہ محبوب حجازی بستہ ایم
زیں جہت با یک دگر پیوستہ ایم

امت مسلمہ کو باہم پیوستہ کرنے والا رشتہ ہی حب رسول اللہ ﷺ ہے‘ جو شخص اس رشتہ کو کمزور کرنے کی کوشش کرے گا‘ وہ اس امت کا دوست نہیں بلکہ دشمن ہوگا۔ وہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ عالم عربی کی حدود بھی حضور اکرم ﷺ ہی کی ذات کی وجہ سے ہیں لہذا:

محمد ﷺ عربی سے ہے عالم عربی

عرب ممالک پہلے بھی موجود تھے لیکن عالم عرب حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد وجود میں آیا۔ لہذا عالم عرب ہو یا عالم اسلام ہو‘ اس کی اساس حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی قدر ہی ہے۔ اگر یہ بوزسیدی تمام بولہبی است‘ جو شخص اس بنیاد کو کمزور کرے گا وہ بولہبی فرقے کا فرد شمار ہوگا۔ حضرت علامہؒ نے پنڈت جواہر لعل نہرو کے نام اپنے خط میں اسی لئے فرمایا تھا کہ "احمدی صرف اسلام ہی کے غدار نہیں بلکہ وہ ہندوستان کے بھی غدار ہیں۔" انہوں نے ایک ایسی حکومت کی تقویت کے لئے لٹریچر تیار کیا جس نے سات سمندر پار سے آکر ہندوستان پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا۔ حضرت علامہؒ کے نزدیک بہائی فرقہ قادیانیوں سے حد درجہ زیادہ مخلص اور بہتر ہے کیونکہ بہائی کھلے طور پر اسلام سے بغاوت کا اعلان کرتے ہیں‘ لیکن قادیانی فرقہ اسلام کے اندر رہ کر اس کی جڑیں کاٹنا چاہتا ہے۔ ہم ذوالفقار علی بھٹو کے زبردست ناقد ہیں لیکن اس کی یہ خدمت کبھی نہیں بھول سکتے کہ اس نے قادیانیوں کو اسلام سے خارج کر کے غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ یعنی جو کام قادیانیوں کو خود کرنا چاہئے تھا وہ حکومت کو کرنا پڑا۔ سوال یہ ہے کہ قادیانی جب نئی نبوت کا اجرا کر کے مسلمانوں سے علیحدہ ہو چکے ہیں تو وہ ان کے اندر رہنے پر کیوں مصر ہیں۔ اب بھی وہ مردم شماری کے موقع پر اپنے نام مسلمانوں کے طور پر لکھواتے ہیں اور خود کو غیر مسلم ماننے پر تیار نہیں ہیں۔ وہ مسلمانوں کے اندر رہ کر ان کی جڑیں کاٹنا چاہتے ہیں‘ لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب ساری دنیا میں وہ غیر مسلم تسلیم کر لئے گئے ہیں۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب قادیانیوں کو ابھی غیر مسلم ڈکلیئر نہیں کیا گیا تھا کہ ہمارے کالج میں ایک قادیانی پروفیسر ہوا کرتے تھے جن کا نام رحمت علی تھا لیکن "مسلم" تخلص کرنے کے باعث وہ خود کو "رحمت علی مسلم" لکھا کرتے تھے۔ وہ پیریڈ پڑھانے کے لئے جس کلاس میں بھی جاتے‘ طلباء ان کے پہنچنے سے پہلے بلیک بورڈ پر ان کا نام "رحمت علی غیر مسلم" لکھ دیا کرتے تھے۔ ہم نے اس وقت اندازہ لگایا تھا کہ ایک نہ ایک روز قادیانی غیر مسلم قرار پا جائیں گے کیونکہ زبان خلق نقارہ خدا ہوتی ہے۔

حضرت علامہ اقبالؒ ختم نبوت کو خدا کا بہت بڑا احسان قرار دیتے ہیں کیونکہ اس ختم نبوت کے نظریے نے امت مسلمہ کو متحد رکھا ہوا ہے‘ وہ فرماتے ہیں کہ:

لا نبی بعدی ز احسان خدا است
پردۂ ناموس دین مصطفیٰ است
قوم را سرمایہ ملت ازو
حفظ سر وحدت ملت ازو

گزشتہ چودہ صدیوں میں یہی عقیدہ ختم نبوت مسلمانوں کے اتحاد کا ضامن رہا ہے۔ نبوت کے کتنے ہی دعویدار کھڑے ہوئے لیکن امت مسلمہ نے کبھی انہیں درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ ہمارے نزدیک اگر کوئی مسلمان کسی مدعی نبوت سے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کوئی معجزہ یا دلیل طلب کرتا ہے‘ وہ اپنی کمزوری ایمان کا مظاہرہ کرتا ہے‘ جب حضور اکرم ﷺ فرما گئے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے‘ تو اب کسی مدعی نبوت سے یہ کہنا کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ‘ درست نہیں ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ اس کی سچائی کے امکان کے قائل ہیں۔ جب کوئی نبی آ ہی نہیں سکتا تو خواہ کوئی مدعی نبوت سورج کو مشرق کی جائے مغرب سے نکال کر دکھا دے‘ ہم کیسے اس پر ایمان لا سکتے ہیں؟ اس لئے ہم مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے کے رد میں زیادہ بحث مباحثے کے قائل نہیں۔ ہمارے نزدیک اس کے جھوٹے ہونے کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ ہمارے حضور

اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔"

ہم جھنگ کالج میں پڑھایا کرتے تھے' ہمارے ایک ساتھی پروفیسر نظام خاں بڑے بذلہ سنج آدمی تھے' ایک مرتبہ وہ ایف اے کے امتحان میں سپرنٹنڈنٹ بن کر تعلیم الاسلام کالج ربوہ تشریف لے گئے۔ وہاں انہیں پندرہ بیس روز تک قیام کرنا پڑا' قادیانی رعب ڈالنے کے لئے اپنے بڑے لوگوں کے مہمانوں سے ملاقات کروایا کرتے ہیں' چنانچہ ایک روز سر ظفر اللہ خان جو ان دنوں عالمی عدالت کے جج تھے نظام خاں صاحب سے ملنے آئے' انہوں نے خان صاحب سے ازراہ مروت پوچھا کہ آپ یہاں ہمارے مہمان ہیں' آپ کو کوئی تکلیف تو پیش نہیں آئی؟ خاں صاحب نے جواب دیا کہ مجھے یہاں خطرہ ایمان تو محسوس نہیں ہوا لیکن خطرہ جاں ضرور محسوس ہو رہا ہے۔ سر ظفر خان نے حیران ہو کر پوچھا کیوں؟ کسی کی طرف سے آپ کو دھمکی ملی ہے یا کسی طالب علم نے نقل کرنے کے لئے آپ پر دباؤ ڈالا ہے؟ خاں صاحب فرمانے لگے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے' لیکن یہاں کے پانی سے مجھے "دست شریف" لگ گئے ہیں۔ سر ظفر اللہ بات کی تہ کو نہ پہنچ سکے' حیران ہو کر کہنے لگے کہ دست شریف؟ چہ معنی؟ خاں صاحب نے جواب دیا کہ جناب! چونکہ یہ "پیغمبری بیماری" ہے لہذا اس ڈر سے کہ کہیں اس کی توہین نہ ہو جائے یا آپ کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے' میں نے "دست شریف" کہہ کر عزت سے اس کا نام لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد سر ظفر اللہ کو پروفیسر نظام خاں سے دوبارہ ملاقات کی جرأت نہیں ہوئی۔

سر ظفر اللہ کو اسی قسم کی شرمندگی ایک اور موقع پر بھی اٹھانا پڑی۔ جنیوا کے کسی ہوٹل

> **گزشتہ چودہ صدیوں میں یہی عقیدۂ ختم نبوت مسلمانوں کے اتحاد کا ضامن رہا ہے**

میں وہ قدرت اللہ شہاب اور ان کی بیگم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ جب کوفتوں کی ڈش آئی تو قدرت اللہ شہاب کی بیگم کہنے لگی کہ خدا جانے یہ قیمہ کیسا ہے' اس لئے میں تو نہیں کھاؤں گی۔ سر ظفر اللہ کہنے لگے کہ جب ہوٹل والے کہتے ہیں کہ یہ حلال گوشت کا قیمہ ہے تو ہمیں حضور کے اس فرمان پر عمل کرنا چاہئے کہ کھانے پینے کے معاملے میں زیادہ شک و شبے میں نہیں پڑنا چاہئے۔ بیگم شہاب کہنے لگیں کہ یہ ہمارے حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے یا آپ کے حضور کا؟ اگر ہمارے حضور ﷺ کا فرمان ہے تو سر آنکھوں پر اس پر سر ظفر اللہ خاں اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

مدعیان نبوت پہلے بھی پیدا ہوتے رہے ہیں لیکن آج تک نبوت کا کوئی ایسا دعویدار پیدا نہیں ہوا تھا جس نے کسی قوت کے کاشتے کے طور پر نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ یہ شرف قادیان کے نبی کو حاصل ہے کہ اس نے ایک استعماری قوت کے ایجنٹ کے طور پر نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنی ممدوح قوت کی مدح میں کتابیں لکھ لکھ کر الماریاں بھر دیں' چاہئے تو یہ تھا کہ اس استعماری قوت کی رخصتی کے ساتھ ہی اس کی ایجنٹ نبوت بھی پاکستان سے رخصت ہو جاتی لیکن یہ ناخوشگوار فریضہ اہل پاکستان کو سر انجام دینا پڑا۔ "پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا" کے مصداق آج اسی جعلی نبوت کے خلیفہ برطانیہ میں مقیم ہیں اور عالم اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں۔ امت مسلمہ کو یقین ہے کہ جس طرح نبوت کے سابقہ دعویدار نسیاً منسیاً ہو چکے ہیں' اسی طرح وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ خانہ ساز نبوت بھی اپنے فطری انجام کو پہنچ جائے گی کیونکہ "لانبی بعدی" کا یہی تقاضا ہے۔

☆☆☆☆☆

بقیہ : ہدیٰ ذاخ

شادی کے بعد میں اور فارس کارویلس کورنیگن منتقل ہو گئے جہاں مسلمان بہت بڑی تعداد میں رہتے ہیں۔ میں نے گریجویشن کر لیا ہے' میں نے پوری طرح حجاب میں رہتے ہوئے متعدد ملازمتیں نہایت کامیابی کے ساتھ کی ہیں۔ میرے شوہر فارس نے الیکٹریکل انجینئرنگ میں ڈگری حاصل کر لی ہے۔ میں اس موسم گرما میں فارس کے والدین سے پہلی مرتبہ ملی۔ اب میں عربی زبان سیکھ رہی ہوں' میرے خاندان والوں نے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا ہے۔ تاہم وہ مطمئن ہیں کہ میں نہ صرف خوش اور مطمئن ہوں بلکہ ایک جدید مغربی عورت کی طرح تمام معاشرتی اور اقتصادی ذمہ داریاں بھی کامیابی سے انجام دے رہی ہوں۔ میں اللہ رب العزت کی شکر گزار ہوں کہ اس نے میری رہنمائی کی اور حق اور سلامتی کی تلاش میں مجھے کامیابی عطا کی۔ مجھے اب یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میری زندگی جو بے ترتیب ٹکڑوں میں تقسیم تھی' ایک منظم اسلوب اختیار کر چکی ہے اور یہی اسلوب اسلام کا سلامتی کا راستہ ہے۔

☆☆☆

مولانا محمد اشرف کھوکھر

عیدالفطر تشکر و انبساط کا دن

عیدالفطر نہ صرف تشکر و انبساط اور انعام و اکرام خداوندی کا دن ہے بلکہ اسلام رسول آخرین صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل اسلام کے ساتھ وفاداری اور تجدید عہد کا دن بھی ہے۔ (ادارہ)

اللہ رب العزت نے خوشی اور غمی کے جذبات انسانی فطرت میں رکھے ہیں۔ اگر انسان "اندر" سے دکھ درد اور غم میں مبتلا ہو تو بے ساختہ "بیرون" میں اس کا اظہار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خوشی بھی انسانی جذبات میں سے ہے جس کا اظہار انسانی اعضاء و جوارح سے ہوتا ہے۔ اندرونی کیفیت بیرون پر بھی اثر انداز ہوتی ہے جو ایک فطری بات ہے۔ خوشی اور غمی کا تعلق کسی ایک انسان سے نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان خوشی اور غمی کے معاملہ سے دوچار ہوتے ہیں۔ خوشی اور غمی کے اجتماعی اظہار کو تہوار کہتے ہیں۔ ہر قوم کے کچھ خاص تہوار اور جشن کے دن ہوتے ہیں' جن میں اس قوم کے لوگ اپنی اپنی حیثیت اور سطح کے مطابق اچھا لباس پہنتے اور عمدہ کھانے پکاتے' کھاتے ہیں اور دوسرے طریقوں سے بھی اپنی اندرونی مسرت اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ گویا انسانی فطرت کا تقاضا ہے' اسی لئے انسانوں کا کوئی طبقہ اور فرقہ نہیں ہے' جس کے ہاں تہوار اور جشن کے کچھ خاص دن نہ ہوں۔

قوموں کے تہوار دراصل ان کے عقائد و تصورات اور ان کی تاریخی روایات کے ترجمان اور ان کے قومی مزاج کے آئینہ دار ہوتے ہیں' اسی لئے اقوام ماضی میں تہوار منائے جاتے رہے ہیں۔

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اور اس میں تمام بنی نوع انسان کے لئے دارین کی فوز و فلاح کامیابی اور کامرانی کے اصول و ضوابط موجود ہیں اس لئے اسلام میں بھی ایسے دو دن رکھے گئے ہیں۔ ایک "عیدالفطر" اور دوسرا "عیدالاضحیٰ" "بس" یہی مسلمانوں کے لئے اصل مذہبی و ملی تہوار ہیں' ان کے علاوہ جو مسلمان مناتے ہیں ان کی کوئی مذہبی حیثیت اور بنیاد نہیں ہے' بلکہ اسلامی نقطہ نظر سے ان میں سے اکثر خرافات ہیں۔

عیدالفطر کا دن انسانی دنیا پر اللہ رب العزت کے انعام و اکرام کا عظیم دن ہے۔ رسول آخرین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دنیا میں اس حالت میں مبعوث ہوئے کہ عالم انسانیت کے لئے ایک عظیم دستور زندگی لئے ہوئے تھے تو اس وقت سرزمین عرب پر ایام جاہلیت میں کچھ مخصوص تہوار منائے جاتے تھے' جن میں جوا' شراب نوشی' شعر و شاعری اور رقص و سرود کی محفلیں آراستہ و پیراستہ کی جاتی تھیں' جن میں لہو و لعب کا عروج ہوتا تھا اور یہ چیز اسلامی روح کے سراسر خلاف تھی۔ اس لئے رسول آخرین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متبادل عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کو یوم عید قرار دیا اور لہو و لعب کے مقابلہ میں ریاضت و عبادت کو اس تہوار کے لئے مرکزی نقطہ قرار دیا۔

جب رسول آخرین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کی چیرہ دستیوں سے تنگ آکر ختم خدا مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو ایک سال گزرنے کے بعد یعنی ۲ھ میں رمضان المبارک کے روزے بھی فرض ہوئے اور عیدالفطر کے ادا کرنے کا حکم بھی دیا گیا۔ رمضان المبارک کے روزوں کے اختتام پر شوال کی پہلی تاریخ کو یہ ایک روحانی جشن ہے جو رمضان کے روزوں کا حسن اختتام ہے تاکہ جو بندے ایک ماہ روحانی اور جسمانی مجاہدے میں مصروف رہے اور نفس کی خواہش سے منہ موڑ کر اپنے مالک کی اطاعت میں لگے رہے وہ "یوم تشکر و انبساط" منائیں اور اپنے رب کی عظمت و بڑائی کا اظہار کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں شکریہ ادا کریں کہ اس نے فریضہ صیام' نماز تراویح' تلاوت قرآن اور صدقہ فطر جیسی اہم عبادات کے انجام دینے کے لئے قوت اور توانائی عطا فرمائی۔

عیدالفطر کے بارے میں رسول آخرین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک سننے کی سعادت بھی حاصل کرتے چلیں:

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "جب عید کا دن ہوتا ہے تو اللہ رب العزت اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں کی عبادت پر فخر کرتے ہیں اور ملائکہ سے دریافت فرماتے ہیں اے فرشتو! اس مزدور کا جو اپنی خدمت پوری پوری ادا کردے کیا بدلہ ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں۔

اے پروردگار اس خدمت کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی اجرت پوری دے دی جائے۔ رب کائنات ارشاد فرماتے ہیں اے فرشتو! میرے بندوں نے میرے فریضہ کو پورا کر دیا اور اب دعا کے ساتھ عیدگاہ کی طرف نکلے ہیں' میرے عزت و جلال کی قسم' میری بخشش و رحمت کی قسم' میرے علوشان اور بلندئ مرتبہ کی قسم میں ان لوگوں کی دعا قبول کروں گا۔ پھر ان بندوں سے خطاب ہوتا ہے کہ اے بندو! جاؤ تمہارے گناہ معاف کر دیئے اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے' پس یہ لوگ عیدگاہ سے اس حالت میں لوٹتے ہیں کہ ان کے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔" (مشکوٰۃ و بیہقی)

درج بالا حدیث ایک طویل حدیث کا حصہ ہے۔ معلوم ہوا کہ عیدالفطر درحقیقت روزہ داروں کی ریاضت و عبادت کا معاوضہ ہے اور وہ معاوضہ کیا ہے۔ معاوضہ یہ ہے کہ انسانوں کی عبادت و اطاعت پر عرش بریں پر فخر ہوتا ہے اور اللہ رب العزت اپنی جلالت و عزت کی قسم کھا کر اپنی بخشش و رحمت' اپنی علوشان اور بلندی مرتبت کی قسم کھا کر اپنے اطاعت شعار اور عبادت گزار بندوں کی مغفرت کا اعلان کرتا ہے کیا اس سے بڑھ کر کوئی انعام یا تحفہ ہو سکتا ہے؟ اتنے عظیم انعام کے حصول کے لئے اگر معمولی مشقت برداشت کرنے سے گھبرانے والا یقیناً شقاوت و قساوت میں مبتلا ہے۔ بہر حال حدیث رسول آخرین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ یہ کھیل کود' لہو ولعب' غفلت و مستی' رقص و سرود' اسراف و تبذیر کے لئے نہیں بلکہ عبادت و ریاضت' اعمال حسنہ میں مسابقت اور خدائی انعامات و احسانات کے تشکر کا دن ہے۔

عید کے دن بندہ اللہ رب العزت کے سامنے اس چیز کا اظہار کرتا ہے کہ "اے پروردگار! تیری رضا و خوشنودی کی خاطر میں ہر طرح کی تکلیف و مشقت کو برداشت کرنا گوارا کر سکتا ہوں' میری خوشی اور میرا غم یا رب العالمین تیری طرف سے ہے' یہی وجہ ہے کہ جب عید کے دن طلوع صبح ہوتی ہے تو یہ بندہ اپنے ہر عمل کو اللہ اور اس کے رسول آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا میں گزارنے کی پوری پوری کوشش کرتا ہے۔ صبح سویرے عیدگاہ جانے کی تیاری کرتا ہے وہ یہ دیکھتا ہے کہ خوشی کا دن صرف میرے لئے ہی نہیں بلکہ اس میں تمام مسلمان شریک ہیں خواہ وہ امیر ہوں یا غریب' مفلس ہوں یا نادار' اب جب بندہ مومن افلاس زدہ لوگوں کو دیکھتا ہے کہ ان غریبوں کی عید کیسے ہو گی؟ تو فوراً رسول آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ "ہر مسلمان پر صدقہ فطر واجب ہے اور یہ عیدگاہ جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔" گویا صدقہ فطر غریب اور نادار لوگوں کی خوشیوں کا سامان ہے' غربا کو عید کی خوشیوں میں شریک کرنے کا اور ان کے دکھ درد میں شریک ہونے کا ایک باب ہے۔

خاصہ کائنات رسول آخرین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے غربا' یتامیٰ' نادار اور اپاہجوں اور معذور لوگوں کا کس قدر خیال تھا اور اسلام کے نظام معیشت میں کس قدر غربت و افلاس کے خاتمہ کے لئے اور غریبوں' بیواؤں' یتیموں اور معذور لوگوں کے دکھ درد میں شریک ہونے کے لئے تعلیم دی گئی ہے۔ اس کا اندازہ صرف نظام صدقۃ الفطر ہی سے لگایا جا سکتا ہے۔ صدقۃ الفطر جہاں غریبوں کو خوشیوں میں شامل کرنے کا ذریعہ ہے وہاں اس کے ادا کرنے والوں کی لغزشوں' غلطیوں' کوتاہیوں کے ازالہ کا سبب بھی ہے۔

عیدالفطر اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات:

رسول آخرین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم عید کے روز غسل فرماتے' مسواک کرتے خوشبو لگاتے' نئے کپڑے زیب تن فرماتے تھے اور عیدالفطر کی نماز سے پہلے کچھ کھا پی لیتے تھے اور یہی تمام امت مسلمہ کے لئے مسنون ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ میں جلوہ افروز ہوتے یا بارش کی وجہ سے مسجد نبوی میں اذان و اقامت کے بغیر دو رکعت نماز میں زائد چھ تکبیریں ہوتی تھیں پڑھتے تھے۔ صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق "سورۃ ق والقرآن المجید" اور "اقتربت الساعۃ" نماز عید میں تلاوت فرماتے تھے ایک دوسری حدیث کے مطابق پہلی رکعت میں "سورۃ اعلیٰ" یا "سورۃ ق" دوسری رکعت "سورۃ الغاشیہ" یا "سورۃ قمر" کی قرأت فرمایا کرتے تھے۔

نماز عید کی ادائیگی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے اور بصیرت افروز خطبہ دیتے' جس میں اللہ رب العزت کی حمد و ثنا اور لوگوں کو نصیحتیں فرماتے اور اللہ رب العزت کی اطاعت کی تعلیم و ترغیب دیتے اور بعض اہم معاملات کے فیصلے تک عیدگاہ میں فرماتے کیونکہ "عیدالفطر" کا دن مسلمانوں کی شان و شوکت کا دن ہے۔ ایک مرتبہ رسول آخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے عظیم لشکر عیدگاہ ہی میں ترتیب دیئے اور انہیں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے روانہ فرمایا۔ آپ نے سوائے ایک دو مرتبہ مسجد میں نماز

باقی صفحہ ۲۶ پر

اسلام میرا انتخاب

نومسلمہ ہدیٰ ذاج کے تاثرات

چرچ میں سوائے گانے جانے کے اور کچھ نہیں ہوتا تھا' میں اس ماحول سے جلد ہی بیزار ہوگئی کیونکہ یہ ماحول انسان کو خدا کی عبادت سے بہت دور لے جاتا تھا' میں نے اسلام کی تعلیمات کو نہایت موزوں اور باقاعدہ تناظر میں اور اپنے دل ودماغ کو متاثر کرنے والا پایا' یہ قطعی فطری بات تھی اس میں کوئی بات پریشان کن نہیں تھی' کوئی تضاد نہیں تھا میں حق کی تلاش میں تھی اور بالآخر حق مجھے مل گیا!

(نومسلمہ ہدیٰ ذاج کے تاثرات)

میرا نام ہدیٰ ذاج ہے' میں سان فرانسسکو' کیلیفورنیا میں پیدا ہوئی اور بے ایریا کے نواحی علاقے میں پلی بڑھی۔ میرے قصبے سان انسلمو کی زیادہ تر آبادی سفید فام افراد پر مشتمل تھی جو بالائی متوسط درجے سے تعلق رکھتے تھے اور ان کا مذہب عیسائیت تھا۔ سان فرانسسکو کے شمال میں گولڈن گیٹ برج سے آگے یہ علاقہ بے حد خوبصورت اور پہاڑیوں پر مشتمل ہے جو بحر الکاہل تک پھیلتی چلی گئی ہیں۔ میرے پڑوسی لڑکے اور لڑکیاں گلیوں میں فٹ بال کھیلا کرتے تھے' پہاڑوں میں گھوڑ سواری کرتے یا درختوں پر چڑھتے تھے۔ ہمارا ایک اور مشغلہ جھاڑیوں میں مینڈک پکڑنا تھا' میرے والد عیسائی کے ایک فرقہ پریزبٹیرین سے تعلق رکھتے تھے اور میری والدہ کیتھولک تھیں۔ وہ ہمیں اکثر گرجا گھر لے جاتی تھیں۔ جب میں نویں گریڈ میں پہنچی تو گرجا کے منسٹر کی اہلیہ کی سنڈے اسکول کو چلانے میں مدد کرنے لگی۔ ہائی اسکول میں میں چرچ یوتھ گروپ قائم کیا جس میں میرے چار دوستوں کے علاوہ ایک نوجوان میاں بیوی اور ان کے بچے بھی شامل تھے۔ ہم بائبل کا مطالعہ کرتے' خدا کے بارے میں گفتگو کرتے اور فلاحی وخیراتی مقاصد کے لئے چندہ کرتے۔

ہم سب دوست اکثر مل کر بیٹھتے اور روحانی معاملات پر گفتگو کرتے۔ ہم عیسائیت کے عقائد کے بارے میں اپنے ذہن میں پیدا ہونے والے سوالات پر بحث کرتے' مثلاً ان لوگوں کا حشر کیا ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے دنیا میں آئے؟ وہ جنت میں جائیں گے یا جہنم میں؟ آخر کیوں بہت سے اچھے لوگ عیسائی نہ ہونے کی وجہ سے سیدھے دوزخ میں جائیں گے؟ بہت سے خراب لوگ جو مجرم ہیں صرف عیسائی ہونے کی وجہ سے جنت میں کیوں جائیں گے؟ آخر کیوں اپنی مخلوق سے پیار کرنے والے اور انتہائی رحمدل خدا کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خون کی ضرورت پیش آئی کہ لوگوں کے گناہ معاف ہوسکیں؟ آخر حضرت آدم علیہ السلام کے کئے ہوئے گناہ کی ذمہ داری ہم پر کیوں عائد ہوتی ہے؟ آخر کیوں خدا کی آیات بائبل اور سائنسی حقائق کے مابین تضاد ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کیسے ہوسکتے ہیں؟ آخر کیسے ایک خدا تین مختلف شخصیات میں تقسیم ہوگیا؟ وغیرہ وغیرہ۔

ہم نے عیسائیت کے عقائد کے ان تضادات اور سوالات پر بھرپور بحث مباحثہ کیا لیکن ہمیں ان سوالات کا کبھی اطمینان بخش جواب نہ مل سکا۔ چرچ کبھی ہمیں مطمئن نہ کرسکا لیکن اس کا ہم سے مطالبہ تھا کہ ہم اختلافات کے بغیر اس پر ایمان رکھیں۔

اس زمانے میں شمالی کیلیفورنیا میں ایک چرچ کا موسم گرما کا کیمپ ہوا۔ اس سے قبل ایسے ایک کیمپ میں اس وقت گئی تھی جب میں صرف دس سال کی تھی۔ اس کے بعد ہر سال اس کیمپ میں شریک ہوتی رہی۔ یہ ایسی جگہ تھی جہاں بغیر کسی اشتباہ کے خالق کائنات کے ساتھ تعلق محسوس ہوتا تھا۔ ان کیمپوں میں شرکت سے اللہ تعالیٰ کی ذات میں یقین اور ایمان پیدا ہوا۔ ان کیمپوں میں ہم اپنا خاصا وقت کھیل کود اور تفریحات میں گزارتے تھے لیکن ہر روز ہمیں عبادات' بائبل کے مطالعے اور روحانی مذہبی نغموں میں شرکت کرنی ہوتی تھی۔ سب سے اہم سرگرمی "تخلیہ" تھا جس میں ہر فرد کو بالکل تن تنہا کہیں بیٹھنا ہوتا تھا۔

میں ایک مرغزار میں یا کھاڑی کے سامنے ایک پل پر بیٹھتی اور مناظر فطرت کا مشاہدہ کرتے ہوئے دنیا کے خالق اور بنانے والی ذات پر غور و خوض کرتی۔ یہ عمل مجھے بے حد سکون بخشتا۔ میں اللہ تعالیٰ کی صناعی اور تخلیق کو دیکھ دیکھ کر اس کا شکر ادا کرتی۔

کیمپ کے اختتام پر جب میں اپنے گھر لوٹتی تو یہ تمام احساسات اور جذبات میرے ساتھ ہمیشہ رہتے۔ میں گھر سے باہر تنہا وقت گزارنے کو ترجیح دیتی جہاں مجھے خدا کے بارے میں اپنی زندگی اور خدا کی کائنات میں' خود اپنے مقام کے بارے میں سوچنے کا موقع ملتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بطور مبلغ اور معلم جو کردار ادا کیا مجھے اس سے انتہائی عقیدت ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ پیغمبر سے یہ محبت اور تعلق چرچ کے عقائد کی متضاد باتوں پر غالب آگیا۔

جب میری عمر ۱۴ سال ہوئی تو میں نے ایک آئس کریم اسٹور میں ملازمت کرلی۔ جب مجھے اپنی پہلی پہلی تنخواہ ملی تو میں نے امریکہ سے باہر بچوں کی دیکھ بھال اور امداد کے ایک پروگرام کو ۲۵ ڈالر بھیجے۔ ہائی اسکول میں چار سال تک زیر تعلیم رہنے کے دوران میں ایک مصری لڑکے شریف کی مالی امداد کرتی رہی۔

میں ہر ماہ اسے اپنی تنخواہ کا چیک بھیج دیتی وہ جواب میں مجھے خط لکھا کرتا تھا۔ اس کے خطوط ہمیشہ عربی زبان میں ہوتے تھے اور وہ مجھے ایک بڑی عمر کا آدمی تصور کرتا تھا۔ اس کے علم میں نہیں تھا کہ میں اس سے صرف ۵ سال بڑی ایک

اسلام میں تمام سوالات کا جواب موجود ہے

لڑکی ہوں۔ اس کی عمر صرف ۹ سال تھی' اس کا باپ مر چکا تھا اس کی والدہ بیمار تھی اور کام کرنے کے قابل نہیں تھی۔ اس کے دو چھوٹے بھائی اور ایک بہن میری ہم عمر تھی۔ یہ پہلے مسلمان تھے جن سے میرا اپنی زندگی میں واسطہ پڑا۔

جب میں نے لوئس اینڈ کلارک کالج میں فرانسیسی اور اسپینی زبانوں میں میجر ڈگری حاصل کرنے کے لئے داخلہ لیا تو اس وقت میری خواہش آئندہ زندگی میں غیر ملکیوں کو انگریزی زبان سکھانے یا مہاجرین کی فلاح و بہبود کے لئے خدمات انجام دینے کی تھی۔ یہاں بھی مقامی چرچ کی سرگرمیوں میں حصہ لینا چاہتی تھی' لیکن یہاں کے چرچ میں سوائے گانے بجانے کے اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ میں اس ماحول سے جلد ہی بیزار ہوگئی' کیونکہ یہ ماحول انسان کو خدا کی عبادت سے دور لے جاتا تھا۔ یہاں بھی میں نے تنہا وقت گزارنا شروع کردیا۔ میں گھنٹوں تنہا بیٹھ کر کائنات پر اور کائنات کے خالق پر غور کرتی رہتی جس سے مجھے بے حد سکون ملتا۔ اس دوران میری ملاقات متعدد غیر ملکی طلبہ سے ہوئی۔ میرے گروپ میں ایک جاپانی مرد اور ایک عورت' ایک اطالوی مرد ایک فلسطینی مرد شامل تھے۔ ہم اکثر اپنی اپنی خاندانی زندگیوں کے بارے میں گفتگو کیا کرتے۔ فلسطینی مرد کا نام فارس تھا۔ اس نے اپنے مذہب' عقائد' اپنی زندگی اور اپنے خاندان کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ یہ ملاقات میرے اعصاب کے لئے ایک جھٹکا ثابت ہوئی' اس سے قبل میں فاطمہ اور سیبون دو مسلمان خواتین سے مل چکی تھی۔ مجھے ان کے عقائد اور طرز زندگی غیر ملکی محسوس ہوئے تھے۔ ان کا کلچر میرے اپنے کلچر سے متضاد اور مختلف تھا۔ میں نے ان ثقافتی فاصلوں کی بنا پر ان کے مذہب کے بارے میں جاننے کی کوشش نہیں کی' لیکن فارس سے ملاقات میں اسلام کے بارے میں مجھے جتنی معلومات حاصل ہوئیں میری اسلام میں دلچسپی بڑھتی چلی گئی۔ اس دوران میں نے مذہبی مطالعے کے ایک شعبہ میں داخلے کے لئے خود کو رجسٹرڈ کرالیا۔ میری پہلی کلاس اسلام کے تعارف پر تھی۔ کلاس میں وہ تمام سوالات زیر بحث آئے جو عیسائیت کے بارے میں پہلے بھی ابھر چکے تھے۔ اس دوران اسلام کے بارے میں مجھے سیکھنے کا موقع ملا اور میرے تمام سوالوں کے جوابات اسلام میں مل گئے۔ یعنی ہمیں حضرت آدم علیہ السلام کے کسی گناہ کی سزا نہیں دی گئی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے بخشش اور مغفرت کی دعا کی جو مہربان اور نہایت رحم کرنے والے اللہ رب العزت نے قبول کرلی۔ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کے گناہوں کی معافی کے لئے خون کی کسی قربانی کی ضرورت نہیں۔ ہم اخلاص نیت کے ساتھ اپنے برے اعمال سے توبہ کرکے اور اپنے عمل کو درست کرکے اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور معافی حاصل کرسکتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں تھے

بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے جو دوسرے نبیوں کی طرح اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر دنیا میں آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے' ہمیں صرف اس کی بندگی اور عبادت کرنی چاہئے اور اسی کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہئے۔ میں نے اسلام کی تعلیمات کو نہایت موزوں اور باقاعدہ تناظر میں اور اپنے دل ودماغ کو متاثر کرنے والا پایا۔ یہ قطعی فطری بات تھی۔ اس میں کوئی بات پریشان کن نہیں تھی' کوئی تضاد نہیں تھا' میں حق کی تلاش میں تھی اور بالآخر حق مجھے مل گیا۔

اس موسم گرما میں' میں اپنے گھر واپس لوٹ آئی لیکن اسلام کا مطالعہ جاری رہا۔ میرے تمام پرانے دوست میری طرح حق کی تلاش میں تھے۔ ان میں بعض دوسرے مشرقی مذاہب خاص طور پر بدھ ازم کی طرف متوجہ ہوگئے تھے۔ انہیں یہ جان کر خوشی ہوئی کہ میں کسی حد تک ایک مکمل عقیدے کی دریافت میں کامیاب ہوچکی ہوں۔ اب انہوں نے مختلف سوالات کیے مثلاً میں جو ایک آزاد لبرل سفید فام کیلیفورنین عورت ہوں تو اسلام میں میرا مقام کیا ہوگا؟ میں نے اپنا مطالعہ اور عبادات جاری رکھیں' میں نے اسلامی مرکز کی تلاش جاری رکھی' لیکن قریب ترین اسلامی مرکز سان فرانسسکو میں تھا جہاں میرے لئے جانا آسان نہیں تھا۔

گرمیوں کی چھٹیوں کے بعد میں واپس لوئس اینڈ کلارک کالج چلی گئی۔ وہاں سب سے پہلا کام میں نے یہ کیا کہ جنوب مغربی پورٹ لینڈ میں ایک مسجد تلاش کی۔ میں نے مسجد کے لوگوں سے کہا کہ وہ میری ملاقات کسی ایسی امریکی مسلمان عورت سے کرادیں جو میرے سوالات کا جواب دے سکے۔ انہوں نے مجھے بہت سی مسلمان خواتین کے پتے اور فون نمبر دے دیئے۔ میں ایک مسلمان خاتون سے ملنے اس کے گھر گئی۔ کچھ دیر گفتگو کے بعد اسے اندازہ ہوا کہ میں پہلے ہی اسلام پر یقین رکھتی ہوں۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھے ایک اچھی مسلمان بننے کے لئے رہنمائی کی ضرورت ہے۔ اس نے مجھے ایک عقیقے کی تقریب میں مدعو کرلیا۔ اس رات وہ اس تقریب میں مجھے اپنے ساتھ لے گئی۔ وہاں میری دوسری مسلمان عورتوں سے ملاقات ہوئی اور میں نے خود کو ان کے درمیان بے حد خوش اور مطمئن محسوس کیا۔ وہیں میں نے ان خواتین کے ہاتھ پر کلمۂ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ ان میں بہت سی خواتین امریکی تھیں جو اسلام قبول کرچکی تھیں۔ انہوں نے مجھے نماز پڑھنا سکھایا۔ اس رات مجھے محسوس ہوا کہ جیسے میں ایک بالکل نئی اور مختلف زندگی کا آغاز کررہی ہوں۔

میں کیمپس ہی میں رہ رہی تھی اور مسلمانوں کی برادری سے کٹی ہوئی تھی۔ مسجد تک جانے کے لئے مجھے دو بسیں بدلنا پڑتی تھیں' جس میں بہت زیادہ وقت صرف ہوجاتا تھا۔ میں کئی مرتبہ مسجد گئی' لیکن ہر مرتبہ میری ملاقات مسجد میں صرف مردوں سے ہوئی جس سے میں پریشان ہوگئی' بعد میں مجھے بتایا گیا کہ عورتیں یہاں صرف ہفتے کی شام کو آتی ہیں۔ اس سے مجھے سخت مایوسی ہوئی' تاہم میں اپنے ایمان پر قائم رہی اور تنہا رہ کر علم حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ میرے اسلام قبول کرنے کے چھ ماہ کے بعد رمضان کا مہینہ آیا میں اس وقت تک چہرے پر اسکارف باندھ لیا کرتی تھی اور پورا حجاب نہیں کرتی تھی۔ یوں بھی میرے لئے اس ماحول میں پورے حجاب سے رہنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ میں نے اسلامی احکامات کے مطابق پورے جسم کو پوشیدہ رکھنے والا لباس پہننا شروع کردیا تھا اور اسکرٹ میرے لباس سے خارج ہوگیا تھا' تاہم میری زندگی میں اصل انقلاب رمضان المبارک نے پیدا کیا' روزے نے میرے اندر ایمان اور یقین کی ایسی طاقت پیدا کردی کہ میں پہلی مرتبہ پورے حجاب میں اپنی کلاس میں گئی۔ رمضان المبارک نے مجھے اپنے مسلمان ہونے پر فخر کرنا سکھادیا۔ اب میں ہر ایک کے سوالات کا جواب دینے کے لئے تیار تھی۔ میں اپنا روزہ تنہا کھولا کرتی تھی' کیونکہ وہاں کوئی میرا ساتھ دینے والا نہیں تھا۔

میرے والدین اور بھائی بہنوں کو میرے اسلام قبول کرنے پر کوئی حیرت نہیں ہوئی' کیونکہ وہ میری پوری جدوجہد سے واقف تھے۔ انہوں نے کوئی اعتراض کئے بغیر خاموشی سے میرے فیصلے کو قبول کرلیا' تاہم وہ میرے ایمان میں شریک ہونے پر تیار نہ ہوئے۔ ان کا خیال تھا کہ میں معاشرے سے اور ترقی یافتہ دنیا سے کٹ کر رہ جاؤں گی' لیکن میں نے آنے والے زمانے میں ان کے اس خیال کو غلط ثابت کردیا۔ میں نے فلسطینی مسلمان فارس کے ساتھ شادی کرلی۔

باقی صفحہ ۱۳ پر

اقبال احمد صدیقی

اسلام کی باغی بنگلہ دیش کی مُصنّفہ تسلیمہ نسرین

چار سال کی جلاوطنی کے بعد بی بی سی کو دیئے گئے انٹرویو میں ہرزہ سرائی!

اسلام کے معاشرتی نظام اور مسلمان بیوی کی شوہر سے وفاشعاری پر اس نے پھر تضحیک کی ہے اور برملا کہا ہے کہ شادی کا بندھن عورتوں کے حقوق کا استحصال ہے' عورتوں کو مردوں کی طرح مکمل جنسی آزادی ہونی چاہئے' فیشن کی دلدادہ مغربی طرز کے لباس اور تراشیدہ بالوں والی یہ منحرف "مغرب کی پروردہ" ہر وقت سگریٹ نوشی میں مصروف رہتی ہے' تازہ ترین انٹرویو میں اس نے کہا کہ "میں کسی مذہب پر یقین نہیں رکھتی" گویا مرتد ہو چکی ہے

ابھی شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم گستاخ مصنف سلمان رشدی کی ہرزہ سرائی کی نازیبا داستان ختم نہ ہوئی تھی کہ شاطران مغرب کی ایجنٹ' اسلام جیسے دین حق کی ایک اور باغی تسلیمہ نسرین بنگلہ دیش میں پیدا ہو گئی۔ برصغیر ہندو پاک میں تعلیم نسواں کو اس صدی کی دوسری تیسری دہائی میں جو مواقع ملنا شروع ہوئے' ان کی بدولت چند بنیادی اہمیت کی دینی کتابوں' تدریس قرآن کریم اور حکایات قدیم کے پڑھنے سے علم اور مطالعہ کی روشنی مسلمان گھرانوں میں بھی پھیلی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خواتین مردوں کی طرح اہل قلم بھی بننے لگیں' شعر و شاعری' افسانہ نویسی حتیٰ کہ ناول نگاری اور عام فہم پیرائے میں دینی احکامات' دعاؤں اور وظائف کی کتابیں بھی انہوں نے تصنیف کیں۔ گزشتہ نصف صدی میں خواتین اہل قلم نے نہایت معیاری ناول لکھے شعری مجموعے مرتب کئے کسی روشن خیال مسلم گھرانے میں انہیں روکا نہیں گیا۔

گستاخ اور حقیقت ناشناس تسلیمہ نسرین نے جب گرگٹ کی طرح رنگ بدل کر خالق و مالک ارض و سماوات کی حاکمیت اعلیٰ سے بغاوت کی اور احکامات الٰہی' وجود باری تعالیٰ اور تعلیمات نبویؐ سے انحراف کا راستہ اختیار کیا تو شروع شروع میں ایک پڑھی لکھی عورت کے یوں بھٹک جانے' دین سے برگشتہ ہو جانے پر گردو پیش حیرت کا اظہار کیا گیا۔

آگے چل کر بات زیادہ واضح ہوئی کہ مذہب سے باغی اور مسلمانوں کے فیملی سسٹم سے منحرف اور بیزار یہ عورت اپنے کمزور بے وزن اور مفروضہ دلائل سے دراصل یہ ثابت کرنا چاہتی ہے کہ:

"اسلام تنگ نظری پر مبنی عقائد کا مجموعہ ہے' جو لوگ اس سے وابستہ رہ کر خود کو مسلمان کہتے ہیں (یعنی خدا پرست ہیں) وہ سب کے سب عملاً "بنیاد پرست" ہیں۔ یہ گستاخ عورت سچ کی بالادستی کی دعویدار بنتے ہوئے کہتی ہے کہ یہ "بنیاد پرست" سچ کی خاطر زندہ رہنے کا عزم رکھنے والوں کو یہ حق دینا نہیں چاہتے۔ اس نے کہا بھی اور لکھا بھی کہ اس تمام تر تنازعہ کا ایک اہم پہلو طبقہ نسواں کی آزادی بھی ہے۔ تسلیمہ نسرین نے الزام لگایا کہ جو لوگ میری بات سمجھنے کے لئے تیار نہیں وہ میرے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں چونکہ یہ "بنیاد پرست" ہیں۔

اس نے خدا کی مخلوق کو یہ مشورہ دیا کہ وہ عورتوں کو مکمل ذہنی اور جسمانی آزادی دیں۔ ماضی میں صرف مردوں کو ہی جنس کے بارے میں لکھنے کا حق حاصل رہا ہے۔ لیکن یہ اصل خیالات (FACTS) کو چھپانے کی سازش ہے' میں چاہتی ہوں خواتین کو بھی جنسی موضوعات پر لکھنے کا حق دیا جائے۔"

ایک وسیع نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر واقعی یہ مسئلہ صرف حقوق نسواں کا ہوتا تو اسلام اور مسلم معاشرے کے صاف شفاف طور طریقوں کا مضحکہ اڑانے کی بجائے یہ گمراہ عورت بنگلہ دیش اور جنوبی ایشیا میں تعلیم نسواں اور عالم نسواں کی تعلیمی' سماجی اور اخلاقی فلاح و بہبود کی کوئی تحریک چلاتی یا ایسی کوئی تحریک منظم کرنے کی بات کرتی اس کے برعکس اس نے مشرقی تہذیب کی پروردہ عورت کو جاہل' بنیاد پرست اور اندھیرے کی مخلوق قرار دیا ہے۔ شرم و حجاب اور وفاشعاری کو اس کی ترقی و آسودگی میں رکاوٹ بتایا ہے۔ البتہ وہ صاف صاف کہتی ہے کہ مشرقی عورت مغرب کی عورتوں کی طرح پوری آزاد ہو جائے وہ مغربی سوسائٹی کو روشن

خیال معاشرہ ثابت کرنا چاہتی ہے اور زندگی کے دوسرے معاملات میں بھی یورپ کی تہذیب اور تمدن کی ستائش اور ترجمانی کرتی نظر آتی ہے۔

جب تسلیمہ نسرین نے مبینہ طور پر قرآن پاک کے خلاف دریدہ دہنی کی' تو بنگلہ دیش میں متوقع طور پر مسلمان احتجاج کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے' اس کے تصنیف کئے ہوئے وہ نازیبا کلمات جو اس نے کلام الٰہی یا شعائر اسلامی کی شان میں کہے تھے ہر صاحب ایمان کے لئے ناقابل برداشت تھے۔ چنانچہ بنگلہ دیش کے دارالحکومت ڈھاکہ میں مرکزی جامع مسجد کے سامنے ہزاروں مسلمانوں نے اس متنازع مصنفہ کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا اور جامع مسجد بیت المکرم کے سامنے خطاب کرتے ہوئے تسلیمہ نسرین کو گرفتار کر کے سزائے موت دینے کا مطالبہ کیا۔

حکومت نے اس کے خلاف مقدمہ درج کیا اور اس کی گرفتاری کے لئے وارنٹ بھی جاری کئے گئے' لیکن وہ روپوش ہو گئی اور موقع پا کر کسی خاص ذریعہ سے باہر فرار ہو گئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ یورپ چلی گئی ہے اور سویڈن میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہی ہے۔ قرآن کریم کی بے حرمتی' توہین رسالت' اسلامی معاشرے اور مسلمانوں کی دل آزاری کے الزامات کے تحت اس کے خلاف ڈھاکہ کی عدالت میں مقدمہ زیر التوا رہا۔

باغی تسلیمہ نسرین نے عورتوں کے حقوق اور جنسی آزادی کو اس طرح یکجا کر دیا ہے کہ وہ خود مشرقی خواتین کی نفرت کا ہدف بن چکی ہے۔ بنگلہ دیش میں خواتین کی تعلیمی' معاشرتی اور معاشی فلاح و بہبود اور ان کے حقوق کی ترجمانی کے لئے کئی تنظیمیں اپنے اپنے دائرہ کار میں خدمت خلق کا فریضہ انجام دے رہی ہیں۔ لیکن یہ متنازعہ اور توہین رسالت کی مرتکب مصنفہ جیسے یورپ نے اسلام دشمنی کے صلہ میں گوشہ عافیت مہیا کیا' اس کے (CAUSES) کو ترغیب کے علاوہ تحفظ بھی دیا اور سویڈن یا دوسرے یورپی اخبارات نے تسلیمہ نسرین کے بیانات کو شاتم رسول' سلمان رشدی کی طرح اہمیت دی۔ اسے دربدر ٹھوکریں کھانے سے بچایا تو یہ یہود و نصاریٰ کی جانب سے محض انسانیت دوستی نہیں سوچی سمجھی پرانی حکمت عملی ہے جو مسلمان منحرف ہو کر مل جائیں ان کے بڑے کام آتے ہیں۔

کچھ بھی ہو دریدہ دہن بنگلہ دیشی مصنفہ تسلیمہ کا یہ خیال کہ جنسی آزادی اور شادی نہ کرنا بنگلہ دیش کی عورتوں کا حق ہے اور بقول اس کے یہ مطالبہ بنگلہ دیش کی عورتیں بھی کر سکتی ہیں تو یہ تسلیمہ نسرین کا خیال خام ہے۔

سویڈن جیسے آزاد خیال ملک میں اس کی خود ساختہ جلاوطنی پورے چار سال جاری رہی' اگرچہ اسے راحت و آسائش کی زندگی کہا جا سکتا ہے۔ لیکن اپنے وطن کی خوشبو اور مہکتی فضا کو اس نے خوف کے سائے میں گنوا دیا تھا۔

اسٹاک ہوم میں سویڈن کی وزیر خارجہ مارگریتھا اور وزیر ثقافت و اطلاعات برجیٹ فریگیو اس کی ضروریات کا خیال رکھنے اور اس کی حوصلہ افزائی کے لئے اکثر اس کے پاس آتے رہتے تھے۔

اس کے باوجود اگر اس کے لئے ممکن ہوتا تو وہ چار دن بعد ہی ڈھاکہ واپس چلی جاتی' لیکن اسے پہلے غیر ملکی سفارت خانوں نے پناہ دی' پھر اسے حفاظت سویڈن پہنچا دیا۔ تسلیمہ کو یہاں کی سیکورٹی پر پورا بھروسہ تھا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ بنگلہ دیش میں اسلامی حلقے اسے اہانت قرآن اور توہین رسالت کی مرتکب اور مغرب کے اسلام دشمنوں کا آلہ کار سمجھتے ہیں وہاں اس کی سیکورٹی کا بندوبست پوری طرح نہیں ہو سکتا۔

امریکی میگزین "ٹائم" کے نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے تسلیمہ نسرین نے بتایا' میرے نظریات سامنے آتے ہی ملک بھر میں مسلمان بنیاد پرست سڑکوں پر نکل آئے تھے اور مطالبہ کر رہے تھے کہ مجھے پھانسی دی جائے' وہ میری جان لینے کے درپے تھے' مجھے لگتا تھا کہ عدالت جاتے ہوئے راستے میں کوئی واقعہ ہو سکتا ہے۔

اس سے پوچھا گیا: پہلے آپ زیر زمین چلی گئیں' پھر آپ نے روپوشی کیوں ختم کر دی؟

تسلیمہ نے جواب دیا: روپوشی میں بھی مجھے تحفظ کا احساس نہیں تھا' میرے چاروں طرف خوف کے سائے منڈلاتے رہتے تھے۔ میں تاریکی کا سہارا لے کر ایک سے دوسری جگہ منتقل ہوتی رہی' اکثر میرے لئے پناہ کا حصول بہت دشوار ہو جاتا تھا کیونکہ میرے قریبی دوست بھی مجھے پناہ دینے کی ہمت نہیں کر پاتے تھے' مجھے ایک تاریک کمرے میں رہنا پڑتا' پھر کھانا بھی نہیں کھا سکتی تھی' میں نے راتیں جاگ کر گزاری ہیں۔

مذہب کی باغی تسلیمہ نسرین کس عذاب الٰہی میں مبتلا تھی اس کی زبانی سنئے:

"اصل میں بنیاد پرستوں سے سب ہی لوگ ڈرتے تھے' شروع میں ہی مجھے قتل کی دھمکیاں مل چکی تھیں' میری زندگی پر دہشت کا غلبہ تھا' میں مایوس اور پریشان تھی۔"

جریدہ "ٹائم" کے نمائندے نے پوچھا: اب آپ میں کیا تبدیلی رونما ہوئی ہے؟

نسرین نے کہا: بنیاد پرست چاہتے ہیں کہ وہ ملک کو دوبارہ دور جہالت میں لے جائیں' مگر مجھے اپنے ارادوں میں تقویت ملی ہے' اس واقعہ کے بعد مجھے جو بین الاقوامی توجہ حاصل ہوئی اس پر مجھے

کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ دنیا میں انسانی حقوق پر یقین رکھنے والوں کی کمی نہیں میں اب بھی اپنے خیالات کا اظہار پہلے کی طرح کرتی رہوں گی اور لکھتی رہوں گی۔

تسلیمہ نسرین ایک ایسی عورت ہے جو (Chainsmoker) ہے۔ اسے تین مرتبہ طلاق ہو چکی ہے۔ اس کی ازدواجی زندگی کو کامیاب نہیں کہا جا سکتا اسے خود اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔ دراصل وہ جنسی آزادی کی قائل ہے اور عورتوں کو شادی کے بندھن میں باندھنے پر یقین نہیں رکھتی، پھر بھی بنگلہ دیش جیسے مسلم ملک میں اس نے اپنے نظریہ زندگی کی پذیرائی کی کیوں توقع رکھی؟ یہ بات حیرت انگیز ہے۔

وہ خود بتاتی ہے کہ جب مسلمانوں کو اپنی مذہبی اور تہذیبی روایات کے بارے میں ایسی باتوں کا علم ہوا تو "بنیاد پرستوں" نے میرے لئے خصوصی ذبح اسکواڈ تشکیل دے دیئے۔ جو مجھے کسی وقت بھی ہلاک کر سکتے ہیں۔ میں اپنی زندگی کو ہر وقت خطرے میں محسوس کرتی ہوں، مسلم رہنماؤں نے میرے سر کے لئے تین نقد انعامات کا اعلان کر رکھا ہے۔

ایک بڑا مسئلہ بطور مصنفہ قرآن کریم کے خلاف دریدہ دہنی کا ہے، جسے مسلمان کسی طرح معاف نہیں کر سکتے۔ تسلیمہ کو لکھنے لکھانے کا شوق رہا ہے۔ لیکن اس نے اپنے نہایت متنازعہ ناول "لجا" (LAJA) میں مسلمانوں کے طرز حیات اور شعائر اسلامی پر جو سخت نکتہ چینی کی ہے، اسے بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

۱۹۹۴ء میں وہ وارنٹ جاری ہونے کے باوجود ملک سے باہر جانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ لیکن طویل جلاوطنی سے دل گرفتہ ہو کر مایوسی کے عالم میں ستمبر ۱۹۹۸ء میں تسلیمہ نسرین بنگلہ دیش خفیہ طور پر آ گئی۔ پھر اپنے رشتہ داروں اور اپنے وکلا سے مشورے کے بعد خود کو قانون کے حوالے کرنے کا ارادہ کر لیا اور ۲۲/نومبر ۱۹۹۸ء کو اچانک ڈھاکہ ہائیکورٹ پہنچ کر پہلے سے موصول شدہ وارنٹ کے ساتھ حاضری دے دی۔ عدالت کے سینئر ججوں قاضی عبادالحق اور جسٹس اولاد علی نے ملزمہ کی حاضری لگائی۔

اہل مغرب مسلمانوں کے مذہب اور ملی وقار پر ضرب لگانے والوں کے کیسے ہمدرد اور خیر خواہ بن جاتے ہیں؟ سلمان رشدی کے بعد تسلیمہ نسرین اس طرز سلوک کی دوسری مثال ہے۔ ان کے نزدیک یہ مسئلہ ایک فرد یا انسانی حقوق کا نہیں رہتا بلکہ عالم اسلام کو نقصان پہنچانے والوں کی حوصلہ افزائی مطلوب ہوتی ہے۔ بوسنیا اور وادی کشمیر میں انسانی حقوق کی پامالی پر خاموش رہنے والے پاکستان [illegible] شریعت بل کو بننے [illegible] پر فوراً مستعد ہو جاتے ہیں۔ مظلوم اور ستم رسیدہ مسلمانوں کے لئے ان کے پاس رحم نہیں ملاحظہ ہو ۲۳/نومبر ۱۹۹۸ء کو لندن سے جاری ہونے والی یہ مخالفانہ پریس [illegible]

"جس میں ایمنسٹی انٹرنیشنل نے وزیراعظم محمد نواز شریف کی طرف سے پیش کئے جانے والے شریعت بل کی مخالفت کرتے ہوئے پاکستانی سینیٹ کے اراکین سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ شریعت بل کو مسترد کر دیں لندن دفتر سے جاری ہونے والے اس بیان میں پاکستانی اراکین کو مشورہ دیا گیا ہے کہ بقول ایمنسٹی انٹرنیشنل اس اسلامی بل کے منظور ہونے سے پاکستان کے لوگوں کے اہم حقوق اور بنیادی آزادی پر پابندی لگ جائے گی۔"

اس مداخلت بے جا سے [illegible] داروں کی جانبدارانہ حکمت عملی کا ایک اور ثبوت مہیا ہوتا ہے۔

تازہ ترین صورت حال یہ ہے کہ یکم دسمبر ۱۹۹۸ء کو بی بی سی کے نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے اسلام کے معاشرتی نظام اور مسلمان بیوی کی شوہر سے وفاشعاری پر اس نے پھر تضحیک کی ہے اور برملا کہا کہ شادی کا بندھن عورتوں کے حقوق کا استحصال ہے عورتوں کو مردوں کی طرح مکمل جنسی آزادی ہونی چاہئے، فیشن کی دلدادہ، مغربی طرز کے لباس اور تراشیدہ بالوں والی یہ منحرف حسینہ ہر وقت سگریٹ نوشی میں مصروف رہتی ہے۔ اگرچہ اعتراف کرتی ہے کہ موت کے خطرات میرے اعصاب پر چھائے ہوئے ہیں، اس نے برسوں کی جلاوطنی کے باوجود بی بی سی کے نمائندے سے یہی کہا کہ میں اپنے نظریات کا اسی طرح پرچار کرتی رہوں گی، اس نے کہا کہ قرآن شریف میں تحریف کی مجھے کیا ضرورت ہے میں تو کسی بھی مذہب پر یقین نہیں رکھتی گویا منحرف یا مرتد ہو چکی ہے۔

گویا بنگلہ دیش میں اپنے خفیہ ٹھکانوں میں رہ کر اسلام کے خلاف بدگمانی پھیلانے میں مصروف ہے اور حقوق انسانی کا نام نہاد دعویٰ کر کے مسلمانوں کو ان کے عقائد اور دینی شعائر سے برگشتہ کرنا چاہتی ہے جبکہ یورپ کی جلاوطنی میں یہود و نصاریٰ کی پشت پناہی اسے مکمل طور پر حاصل رہی ہے۔ اس سے قبل اہل مغرب گستاخ رسالت سلمان رشدی کو اپنا ایجنٹ بنا کر اس کی مکمل [illegible] حق ادا کر چکے ہیں۔

☆☆

ضروری اعلان

عیدالفطر کی تعطیلات کے باعث شمارہ ۳۵/۳۶ کو یکجا کیا جا رہا ہے۔ قارئین ختم نبوت اور ایجنسی ہولڈرز نوٹ فرمالیں۔ شکریہ

(ادارہ)

ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی

تہذیب مغرب کے علمبردار انسان یا درندے

دین فطرت دین اسلام کی سزا "قصاص" پر معترض تہذیب مغرب کے (رحمدل) علمبردار...... جنہوں نے مچھلیوں کے شکار کے لئے افریقی بچوں کو کانٹے میں پرویا' دستاویز لکھنے کے لئے افریقی باشندوں کی کھال اتار لی' جنہوں نے پانچ پانچ ڈالر کی شرط پر تین حاملہ عورتوں کے سینوں سے پیٹ چاک کر دیئے انسانی حقوق اور جانوروں کے حقوق کے نام پر عالمی تنظیمیں بنانے والے تہذیب مغرب کے نام نہاد رحمدل اور نرم دل انسانوں کا اصلی روپ.......... جناب ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کی چشم کشا تحریر ملاحظہ فرمائیں (مدیر)

یورپ و امریکہ میں بسنے والے سفید اقوام کو اصرار ہے کہ ان کو انسانیت کا ہمدرد اور انسانوں کا غمخوار سمجھا جائے۔ انسان تو انسان ہیں ان نرم دل' نرم خو اور شریف النفس افراد کو ان جانوروں پر بھی رحم آتا ہے جن پر زیادتی کی جائے ایک بین الاقوامی تنظیم انہوں نے اسی نام پر قائم کی ہے کہ کوئی بے زبان جانوروں کو گزند نہ پہنچائے۔

۱۹۶۷ء میں جب روس نے خلا میں مصنوعی چاند کا تجربہ کرنے کے لئے کہ جاندار مخلوق کتنی دیر تک خلا میں زندہ رہ سکتی ہے؟ ایک کتیا پہلے بھیجی تھی جس کا نام انہوں نے لائقہ رکھا تھا مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس پر اسی حقوق حیوان کی تنظیم کی طرف سے سخت احتجاج کیا گیا تھا۔

اسلام سے ان نرم دل افراد کو اس لئے نفرت ہے کہ اس کے پیرو اس زمانہ میں بھی چور کا ہاتھ کاٹنا حکم خداوندی سمجھتے ہیں۔ نسل انسانی کو مسخ کرنے والے جرائم (زنا) پر حد جاری کرنے کو کہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ قاتل کو قتل کرو اس سے دوسرے بے گناہ افراد کی جان بچ جائے گی اور ہزاروں کو پرامن زندگی گزارنے کا موقع ملے گا۔ یورپی ممالک کے پیچھے پیچھے یا آگے آگے مشرقی ممالک کے یہودی بھی ہیں۔

پیچھے اس لئے کہ اقتدار رکھنے والے حکمرانوں کے یہ وکیل یا ایجنٹ ہیں اور آگے آگے اس لئے کہ پروپیگنڈے کے وسائل ان کے تحویل میں ہیں ان کو ایک شوشہ مل جائے پھر دیکھئے اس کے کتنے دفتر کے دفتر تیار کروا دیتے ہیں اگر ایک رائی مل جائے تو اس سے پربت بنالیں اور کچھ نہ ملے تب بھی یہ اتنے چابک دست ہیں کہ روشنی کے مینارے کو کال کوٹھڑی ثابت کر سکتے ہیں' جگمگانے والے سورج کو اپنے دل سے زیادہ تاریک دکھا سکتے ہیں۔

آیئے! ذرا قریب آکر ان کے رحمدلی کی حقیقت کا ایک ہلکا اور سرسری جائزہ لیا جائے' ان کے چہرے پر جو تہذیب و ثقافت کی گہری نقاب پڑی ہے ذرا تاریخ کی انگلیوں سے اسے سرکایئے اور دیکھئے کہ یہ رحمدل' رحم پرور اور رحم کے عادی کون ہیں؟

یہ ۱۹۱۹ء کا واقعہ ہے راوی لکھتا ہے راوی بھی کون؟ میرا نہیں ان کا اور خاص الخاص ان کا' ان کی گودوں کا ہی پلا ہے' ابراہم لنکن (امریکی صدر جس کو ۱۸۶۵ء میں کسی نے ہلاک کر دیا تھا) کا سوانح نگار مسٹر پریمای جارج علیجم کے بحری بیڑے کا ایک جہاز جس وقت جیمس ٹاؤن کے ساحل پر لنگر انداز ہوا تو معلوم ہوا کہ جہاز کے لئے رسد و خوراک کا سامان ختم ہو چکا ہے۔ کپتانوں کے لئے شراب کی بوتلیں بھی نہیں ہیں۔ دوسری طرف زر مبادلہ کی کوئی چیز ان کے پاس نہیں ہے' اہل شہر سے جاکر جہاز رانوں نے کہا کہ تم لوگ ہمیں شراب فراہم کردو ہم اس کے بدلہ تمہیں ایک کارآمد چیز دیں گے۔

یہ کار آمد مال افریقہ کے سیاہ فام انسان تھے' جنہیں سر سے لے کر پاؤں تک لوہے کی جالیوں میں جکڑ رکھا تھا۔ بس انسانی وجودوں کا سودا ہوا جہاز کے عملہ کو چند بوتلیں شراب کی مل گئیں۔ یہ امریکہ میں غلاموں کی خرید و فروخت کی ابتدا تھی۔ انیسویں صدی کے وسط تک اس صنعت کو جو ترقی ہوئی ان کا حال راوی لکھتا ہے:

"افریقہ کے براعظم سے مرد عورتیں اور بچے اس طرح لائے جاتے' جس طرح جنگلوں سے بھیڑ اور لومڑیاں لائی جاتی ہیں۔ ان پر طب کے تجربات کئے جاتے تھے' ایک تندرست اور زندہ انسان کا گردہ کیسا ہوتا ہے دیکھنا ہوتا تو ایک افریقی کو کھڑے کھڑے چیر دیا جاتا۔"

ضرورت پڑی تو سمندر سے گھڑیال کو زندہ پکڑنے کے لئے بڑی شکار کے کانٹے میں افریقی انسان کا نوزائدہ بچہ زندہ حالت میں پھنسا کر سمندر میں ڈال دیا جاتا۔ جس سے اچھی قسم کی مچھلیاں اور گھڑیال شکار ہوتے۔ کاغذ کی جگہ انسان کی کھال کو استعمال کیا جائے تو کیسا رہے گا؟ یہ بات ذہن میں آتے ہی چند افریقی باشندوں کی کھال کھینچ لی گئی اور خشک کر کے ان پر دستاویز لکھ دی گئی۔ جو آج بھی ہارورڈ یونیورسٹی کی پبلک لائبریری میں موجود ہیں۔

زہر کے اثرات انسانی جسم پر کس طرح مرتب ہوتے ہیں' کس زہر سے آدمی کتنی دیر میں مرتا ہے اس کا تجربہ بارہا انہی سیاہ فام انسانوں پر کیا جاتا رہا۔ یہ تو افریقہ کے براعظم سے پکڑے ہوئے انسانوں پر "رحمدل" اقوام کا برتاؤ تھا اور صدی ڈیڑھ صدی پہلے کی کہانی ہے۔ اس صدی کے شروع میں جب دانشوران فرنگ مالیو سوماٹرہ (موجودہ ملائیشیا) پر حاکم تھے' اس قوم کی دولت خام ربڑ پر قابض تھے۔ ان میں اگر کوئی شخص (اپنی ملکیت میں سے) ربڑ چرالیتا تو اس کی سزا موت تھی۔ یہاں تک کہ صرف دو گرام ربڑ کے لئے اہل وطن کو سرعام پھانسی دی گئی ہے۔

اور آخر میں ان کے آگے آگے اور پیچھے پیچھے بھاگنے والے یہودی رحمدلوں کا حال سنئے:

"۱۹۳۸ء میں حیفا کے فوجی اڈے پر یہودی جرنیل اور کیپٹن جمع ہیں' شراب اور جوئے کا دور چل رہا ہے' ایک منچلے جرنیل کو ایک انوکھی تفریح اور نئے قسم کے جوئے کی سوجھتی ہے۔ عرب قیدیوں میں سے تین حاملہ عورتیں لائی جاتی ہیں' فوجی حکام شرط لگاتے ہیں' ایک کہتا ہے کہ اس عورت کے شکم میں جو بچہ ہے وہ نر ہے' دوسرا کہتا ہے نہیں مادہ ہے۔ اچھا شرط ہو جائے پانچ پانچ ڈالر کی۔ سنگین کی نوک سے اس کا پیٹ چیرا جاتا ہے' شرط جیتنے والا پانچ ڈالر لیتا ہے' قہقہہ گونجتا ہے' پھر دوسری عورت لائی جاتی ہے' اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جاتا ہے' تیسری عورت جب لائی جاتی ہے تو یہ بہادر جرنیل فرماتے ہیں ابھی اس کا بچہ اتنا تیار نہیں ہوا کہ نر اور مادہ کا پتہ چل سکے۔ دوسرے صاحب فرماتے ہیں تو اس پر شرط ہو جائے کہ اس نو عمر لڑکی کا حمل کتنا پرورش پاچکا ہے۔"

شاید ان تصویروں کے بعد انسانوں کے غمخواروں اور انسانیت کے ہمدرد' جانوروں پر رحم کھانے والے افراد کا اصلی روپ پہچاننے میں آپ کو دیر نہیں لگی ہوگی۔ ان کے یہ جلوے دیکھئے اور ان کی جرأت دیکھئے کہ اسلام کے نظام قصاص پر معترض ہیں۔ کہتے ہیں کہ اسلام نے غلام نہیں غلامی کی پرورش کی انسٹیٹیوشن کو باقی رکھا' لہٰذا یہ ظالم مذہب ہے۔

ہاں کتنا ظالم جو غلام اور آقا کے لئے ایک ہی لفظ "مولیٰ" تجویز کرے' کتنا ظالم کہ جس کا خلیفہ اور امیر (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) حضرت بلال حبشیؓ کو "سیدنا" کہہ کر مخاطب کرے' کتنا ظالم کہ عبادت میں غلام و آقا کو شانہ بشانہ کھڑا ہونے کا حکم دے' کتنا ظالم کہ غلام بنانے کے تمام راستے (سوائے جہاد) کے مسدود کر دے اور آزاد کرنے کے لئے اگنت راستے سکھائے۔ بھلا اس کا مقابلہ ان سترھویں اور بیسویں صدی کے مہذب مذاہب سے کیا جا سکتا ہے؟

☆☆☆☆☆

نصیرالدین، فیصل آباد

تجدید دین میں علمائے دیوبند کا مقام

دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے والے اسلام کی تبلیغ مجسم ہوتے تھے اور وہ جہاں جا کر بیٹھے ایک جہاں کو سچا مسلمان بنا کر اٹھے ان لوگوں نے عبادات، معاملات، اخلاقیات، معاشرت، سیاست اور اجتماعی امور میں تابناک کردار ادا کیا جو آئندہ آنے والے کے ہمیشہ مشعل راہ رہیں گے.......... (مدیر)

تجدید و احیائے دین کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس کے الفاظ یہ ہیں:

ان یبعث لہذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجددلھا دینھا۔(راواہ ابوداؤد، طبرانی و البیہقی)

وابن عدی والحالم، الیوم وتبعہ مالکؒ فی موطاہ ومن قبلہ انما کانو یعتمدون علی حفظھم۔"

اور یہ شرف کبھی ایک جماعت کو بلکہ بعض محدثین نے جماعت کے مجدد ہونے کو ترجیح دی ہے (بذل المجہود ص ۱۰۴/ ج۵)

(۱) اس جماعت میں شریک افراد علوم ظاہری و باطنی کے جامع ہوں۔

(۲) ان کی تدریس و تذکیر، تالیف و تصنیف سے عام فائدہ ہو۔

(۳) ایک صدی کے آخر میں اور دوسری صدی کے شروع میں ان کے علم کا عام شہرا ہو۔

(۴) وہ جماعت سنن کے قائم رکھنے میں اور بدعت مٹانے میں کوشاں ہو۔ (مجموع الفتاویٰ ص ۱۱۹/ ج۱)

ان علامات و صفات کی روشنی میں تجدید و احیائے دین میں علمائے دیوبند کا مقام بہت واضح نظر آتا ہے ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے حالات تاریخ جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں، زندگی کے ہر میدان میں مسلمان تنزل کی طرف جا رہے تھے، علمی زوال کا یہ حال تھا کہ بقول حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کہ:

"دہلی میں جہاں سلطان محمد تغلق کے دور میں ایک ہزار مدارس قائم تھے انگریزی تسلط کے بعد ایک بھی مدرسہ باقی نہ رہا تھا، علماء بھی جہاد میں حصہ لینے کے جرم میں پھانسی چڑھا دیئے گئے تھے یا انہیں کالا پانی بھیج دیا گیا تھا باقی ماندہ حضرات منتشر اور اپنے اپنے حالات میں گرفتار تھے۔"

(الرشید دارالعلوم دیوبند ص ۱۴۴)

ہندو اور دوسرے غیر مسلموں کے ساتھ برس ہا برس کی معاشرت کی وجہ سے مختلف غیر اسلامی اعمال و افعال مسلمانوں کی زندگی کا جزو بن گئے تھے وہ رسوم اور بدعات کے دلدادہ تھے پیر پرستی اور قبر پرستی کا فتنہ عام تھا اور جو کچھ تھوڑی بہت سوجھ بوجھ رکھتے تھے وہ بقاعدہ (الناس علی دین ملوکھم) تیزی سے انگریز اور انگریزی تہذیب کے قریب ہوتے جا رہے تھے مختصر الفاظ میں مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ:

وضع میں ہو تم نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

مزید بر آنکہ یہ انگریز حکمران طبقہ یہ چاہتا تھا کہ مسلمانوں کو ذہنی طور پر مفلوج کر کے ہمیشہ کے لئے انہیں اپنا غلام بنالیں اور ان کے ذہنوں کو رفتہ رفتہ ایسا بدل لیا جائے کہ وہ ایک علیحدہ قوم کی حیثیت سے اپنے وجود کو فراموش کر بیٹھے اور اپنے تابناک ماضی سے غافل ہو جائے اور ان کی دینی روایات اور تہذیبی اقدار قصہ پارینہ بن جائے، ذہنی انقلاب لانے کے لئے سب سے موثر اور کامیاب حربہ نظام تعلیم ہے چنانچہ مشہور انگریز لارڈ میکالے نے ہندوستان کے باشندوں کے لئے جس نظام تعلیم کی سفارش کی اس کا مقصد اس کے اپنے الفاظ میں یہ تھا کہ:

"ہمیں اس وقت بس ایک ایسا طبقہ پیدا کرنا چاہئے جو ہمارے اور ان کروڑوں انسانوں کے مابین ترجمانی کے فرائض سرانجام دے سکے، جس پر ہم اس وقت حکمران ہیں ایک ایسا طبقہ جو خون اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی ہو مگر ذوق و طرز فکر و اخلاق اور فہم فراست کے نقطہ نظر سے انگریز۔"

نتیجہ یہ ہوا کہ جن مسلمان خاندانوں نے انگریز کی اس چال کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اس کے نظام تعلیم کو اپنایا وہ رفتہ رفتہ اپنی عملی اور تہذیبی ورثہ کو بالکل فراموش کر بیٹھے، جب اس زوال و انحطاط کی انتہا ہو گئی تو عادۃ اللہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے چند بندوں کو منتخب کر کے انہیں یکجا کیا وہ سر جوڑ کر بیٹھے ملک و ملت کی حالت پر غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ موجودہ حالات کے مقابلہ کرنے

کے لئے اور تجدید واحیأ دین کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایسی درسگاہ بھی قائم کی جائے' جس میں اسلام اور اسلامی علوم اپنے صحیح شکل وصورت میں محفوظ رہ سکیں اور اس درسگاہ کے فیض یافتہ مسلمانوں کی فکری' عملی رہنمائی کر سکیں۔ چنانچہ پندرہ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ کو قصبہ دیوبند کی ایک چھوٹی سی مسجد میں جس کو چھتہ کہتے تھے' انار کے درخت کے نیچے اس درسگاہ کا آغاز ہوا' اس کی بنیاد رکھنے والوں کے خلوص وللہیت کا یہ اثر ہوا کہ کچھ عرصہ کے بعد یہ سادہ سی درسگاہ ایک بین الاقوامی یونیورسٹی کی حیثیت اختیار کر گئی اور یہاں سے علم اور فضل کے ایسے آفتاب نکلے کہ جنہوں نے ایک دنیا کو جگمگادیا۔ اس درسگاہ میں صرف نصاب والفاظ کی تعلیم نہیں دی جاتی تھی بلکہ یہ ایک عملی تربیتی درسگاہ بھی تھی۔ حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ کے والد حضرت مولانا یٰسین صاحبؒ جو دارالعلوم کے قرن اول کے طالب علموں میں سے تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ:

"ہم نے دارالعلوم کا وہ زمانہ دیکھا کہ جب اس کے چپڑاسی سے لے کر صدر مدرس اور مہتمم تک ہر شخص ولی کامل تھا دن کے وقت یہاں علوم اور فنون کے چرچے ہوتے تھے اور رات کے وقت اس کا گوشہ گوشہ ذکراللہ وتلاوت قرآن پاک سے گونجتا تھا۔"

اس تعلیم وتربیت کا نتیجہ تھا کہ دارالعلوم سے فارغ ہونے والے اسلام کی تبلیغ مجسم ہوتے تھے اور وہ جہاں جاکر بیٹھے ایک جہاں کو سچا مسلمان بناکر اٹھے' ان لوگوں نے عبادات' معاملات' اخلاقیات' معاشرت' سیاست اور اجتماعی امور میں تابناک کردار ادا کیا' جو آئندہ آنے والوں کے لئے ہمیشہ مشعل راہ رہیں گے'

تھوڑے ہی عرصے میں دارالعلوم کو عالمگیر شہرت حاصل ہوگئی' جس کا ثبوت دارالعلوم کی وہ روئیدادیں ہیں جن میں دور دراز کے ممالک سے آنے والے طلبأ کی تفصیلات فضلأ کی تعداد اور ملک اور بیرون ملک سے آنے والے فقہی استفسارات میں دارالعلوم نے ۱۲۸۳ء سے ۱۳۸۴ء مفتی ۱۵۴۰' مناظر اسلام ۶۸۴' مشائخ طریقت ۵۸۸۸' مدرسین ۱۱۶۴' مصنفین ۱۷۸۴' صحافی ۴۲۸۸' خطیب مبلغ اور ۲۸۸ طبیب پیدا ہوگئے ان میں سے بعض حضرات بہت اونچے درجے کے تھے اور اپنے اپنے فن میں امام اور سند کی حیثیت رکھتے تھے' دنیا کے کسی دینی یا دنیاوی ادارے نے اتنے عرصہ میں معمولی خرچ پر یقیناً اتنا قیمتی سرمایہ پیدا نہ کیا ہوگا۔

علمأ دیوبند کی خدمات میں بڑا حصہ ان کی تصانیف ہیں چنانچہ تفسیر حدیث' اصول حدیث' فقہ اصول' فقہ عقائد وکلام' تاریخ ومعاشرت' سیاست اصلاح رسوم' احسان وتصوف اور دیگر علوم عصریہ ضروریہ میں سے کوئی ایسا موضوع نہیں' جس پر علمأ دیوبند کی گرانقدر تصانیف موجود نہ ہوں۔ صرف حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ کی چھوٹی بڑی تصانیف ایک ہزار سے زائد ہیں جن میں زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق رہنمائی موجود ہے ایک محتاط اندازے کے مطابق مشہور ومعروف تصانیف کو شمار کیا جائے' قرآن مجید کے ترجمہ وتفسیر اور ان کے متعلقات پر علمأ دیوبند کی ستائیس تصانیف ہیں جس میں سے بعض آٹھ اور بعض بارہ جلدوں پر مشتمل ہیں' ایسے ہی حدیث اور اس کے متعلقات پر چالیس سے زائد تصانیف مشہور ومعروف ہیں' جن میں بعض شروح حدیث بہت مفصل اور ضخیم ہیں۔ ان میں اکیلی اعلاالسنن ہے جو اٹھارہ جلدوں پر مشتمل ہے ایک ایسی عظیم کتاب ہے جو پورے ہندوپاک کے لئے باعث فخر ہے۔ ایسے ہی فقہ اور ان کے متعلقات پر بڑی بڑی تمیں سے زائد ہیں' جن میں سے بعض فتاویٰ کی کتب بارہ جلدوں پر مشتمل ہیں۔ عقائد وکلام کے موضوع پر یقیناً پندرہ کتب متداول ہیں' جن میں سے بعض کی متعدد جلدیں ہیں ادب ولغت میں ۲۱ تصانیف موجود ہیں تاریخ وسیرت پر ستر سے زیادہ کتب عوام وخواص میں مقبول ہیں علمأ دیوبند کے اس علمی ذخیرہ کو دیکھتے ہوئے عالم اسلام کے ایک جلیل القدر عالم شیخ ابوالفتاح ابوغدہ استاذ ریاض یونیورسٹی (سعودی عرب) نے فرمایا:

"علم وتقویٰ کے اساطین سے مالامال اس عظیم الشان ادارے کے علمأ عظام کی خدمات جلیلہ کا ذکر کرتے ہوئے درخواست کرنا چاہتا ہوں بلکہ ذرا جرأت کرتا ہوں وہ یہ کہ ان علمأ کرام کا یہ فریضہ ہے کہ اپنے منفردانہ عقول کے نتائج فکر اور بیش بہا علمی فیوض وتحقیقات کو عربی زبان کا جامہ پہناکر عالم اسلام کے دوسرے علمأ کے لئے استفادے کا موقع فراہم کریں ان حضرات کی بعض کتب تو وہ ہیں جن میں ایسی چیزیں ہیں جو متقدمین اکابر' مفسرین' محدثین اور علمأ کے یہاں بھی دستیاب نہیں ہوتیں۔"

الغرض تیرھویں صدی کے آخر میں اور چودھویں صدی کے شروع میں ان حضرات کی علمی وعملی خدمات کا عام شہرا ہوا تھا اگر یہ کہا جائے کہ وراثہ نبوت کی حفاظت انہی بوریہ نشینوں نے کی ہے تو ہرگز مبالغہ نہ ہوگا دارالعلوم کے فرزند جلیل محدث کبیر حضرت علامہ محمد یوسفؒ آج سے تقریباً چالیس سال قبل ایک مضمون میں لکھا تھا کہ جو حقائق میری آنکھوں کے سامنے ہیں وہ مجھے

مجبور کر رہے ہیں کہ میں علیٰ روس الاشہاد دعویٰ کروں کہ اگر سر زمین دیوبند سے یہ چشمہ صافیہ نہ نکلتا تو تیرھویں صدی کے آخر میں ہندوستان سے قرآن و سنت کے علوم کا خاتمہ ہوگیا ہوتا۔ دارالعلوم نے اپنی تدریس' تذکیر' تالیف و تصنیف کے ذریعے بے دینی کی ہر تحریک کا مقابلہ کیا۔ ہندوستان میں قادیانیت کی تحریک اٹھی تو علمأ دیوبند اور ہند کے متعلقین کی ایک سو اکتیس تصانیف وجود میں آئیں اور اس سلسلہ میں ان حضرات نے جو عملی جدوجہد کی قیدوبند کی صعوبتیں برداشت کیں وہ بھی تاریخ کا ایک ناقابل فراموش باب ہیں۔ علمأ دیوبند کی خدمات اس کی محتاج نہیں کہ ان پر کسی کی شہادت پیش کی جائے تاہم ایک مغربی مفکر کی رائے پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جس نے اس وقت کی ایک اور دینی اصلاح تحریک کا اور دارالعلوم کی خدمات کا منصفانہ موازنہ کیا ہے:

والفضل ماشھدت بہ الاعدأ

"دارالعلوم دیوبند دنیائے اسلام کا اہم ترین ادارہ ہے قدرتی طور پر اس کا اثر ہندوستان میں بہت زیادہ ہے' خصوصاً اس وجہ سے کہ دیوبند نے ہندوستان کی معاشی ترقی میں اپنی قدیم روایات کے مطابق کافی دلچسپی لی ہے اور ان قدیم روایات کا مبدأ شاہ ولی اللہ دھلویؒ کی تحریک ہی ہے۔ ان ہی روایات کے پیش نظر دیوبندی علمأ نے مختلف انقلابی تحریکوں میں حصہ لیا ہے اور اس سے مطمئن نہیں کہ حالات جوں کے توں رہیں بلکہ وہ حالات کو ترقی دینے میں جدوجہد میں پورے عزم اور جوش کے ساتھ کوشاں ہیں اس کا نقطہ نظر حقیقی اسلام کا احیأ ہے یعنی مسلمانوں کو مذہبی رنگ کی بداعمالیوں' رسم و رواج کی پستیوں سے نجات دلانا ہے جس کے وہ برطانوی تسلط کے وقت سے شکار ہو رہے ہیں۔"

("ماڈرن اسلام انڈیا" مصنفہ ڈاکٹر کانٹویل اسمتھ ڈائریکٹر اسلامک اسٹیڈیز میگل)

الی صل حقائق اور واقعات کی رو سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہندوستان میں احیأ دین کے سلسلے میں علمأ دیوبند کی خدمات سب سے زیادہ ہیں اگر کوئی اور فرد یا جماعت بھی اس کا مدعی ہے تو مذکورہ بالا علامات کی تجدید کی روشنی میں اس کے دعویٰ کی صداقت معلوم کی جاتی ہے۔ وللہ درالقائل

ہنا ابصاحب نظرے گوھرے خود را
عیسیٰ نتواں گشت بتصدیق خرے چند

حقائق و واقعات کی رو سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہندوستان میں احیأ دین کے سلسلے میں علمأ دیوبند کی خدمات سب سے زیادہ ہیں۔

O

یا شاہِ اُمم

ذوالفقار آغا

یا شاہِ اُمم اب امت پر
اک ضعف مسلسل طاری ہے
بغداد میں جرم ضعیفی کی
تادیب ابھی تک جاری ہے
جب عشق کی کھیتی سوکھ گئی
تب قحط پڑا انسانوں کا
اب شمع میں شعلہ و دود نہیں
جلتا نہیں پر پروانوں کا
ہے جن کے جنوں میں ہشیاری
یہ دور ہے ان دیوانوں کا
اس عہد نے دانشور رکھا ہے
نام اپنے نادانوں کا

ہے آپ سے ذھن کی مجبوری
جو چھین رہی ہے ان کا سکوں
ملت میں فقط فرزانے ہیں
باقی نہیں اب اصحاب جنوں

کچھ ایسی بے کل آنکھیں ہیں
یہ دیکھ کے جو خوں روتی ہیں
یہ اشک سحر بے مایہ ہیں
گر چن لیں آپ تو موتی ہیں
یا شاہِ اُمم!......

حفیظ رضا پسروری

اے مسلمانان ارض پاک

ہوشیار!

کر رہے ہیں مغربی اقوام سے فرمائشیں
ہیں بہت مذموم اہل قادیاں کی خواہشیں
اے مسلمانان ارض پاک آنکھیں کھولنا
بیٹھ کر لندن میں مرزا کر رہا ہے سازشیں

بقیہ: عیدالفطر

عید ادا کرنے کے ہمیشہ نماز عید ایک وسیع میدان میں ادا فرماتے تھے تاکہ اسلام کی شان و شوکت کا مظاہرہ بھی ہو اور اتحاد و اتفاق اور اخوت و محبت کا درس بھی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ رسول آخرین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدگاہ جاتے ہوئے ایک راستہ اور واپس تشریف لاتے ہوئے دوسرا راستہ اختیار فرماتے تھے تاکہ ہر سمت کے لوگوں کو مسلمانوں کے جذبہ اطاعت کا علم ہو سکے۔

اخبار ختم نبوت

فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کیلئے کوشش کرنا ہر مسلمان کا اولین ایمانی فریضہ ہے

(خواجہ خواجگان مولانا خان محمد مدظلہ)

کندیاں (نمائندہ خصوصی) قادیانیت اسلام کے متوازی ایک ایسا مذہب ہے جو اسلام دشمن سامراجی طاقتوں کا سیاسی لے پالک ہے۔ اس کا مقصد ان طاقتوں کی سرپرستی میں اسلام کی بنیادوں کو منہدم کرنا اور پاکستان میں عجمی اسرائیل کی زمین تیار کرنا ہے' یہ لوگ دن رات وطن عزیز کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں تمام مسلمانوں نے آپس کے تمام اختلافات ختم کر کے بے مثال اتفاق و اتحاد کا مظاہرہ کیا تھا' جس کی برکت سے منکرین ختم نبوت کا یہ گروہ غیر مسلم اقلیت قرار پایا۔ آج پھر وہی یکجہتی' اتفاق و اتحاد' وحدت اور جذبہ کی ضرورت ہے تاکہ اس فتنہ کا مکمل قلع قمع ہو سکے۔

آخری دم تک ناموس رسالت کا تحفظ کرتے رہیئے' قادیانیت کا برص زدہ چہرہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے بے نقاب کردیا ہے

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

ملتان (نمائندہ خصوصی) قادیانیت نے اپنے برص زدہ چہرے کے خدوخال چھپانے کے لئے ان پر اسلام کے گل صد رنگ ریشم کی خوبصورت نقاب اوڑھ رکھی ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے تحقیق کے محدب شیشے سے بے نقاب کیا ہے۔ قادیانیت کے بعض ایسے روح فرسا عقائد بے نقاب کئے ہیں کہ انہیں پڑھ کر کلیجہ پھٹنے کو آتا ہے دل ٹکڑے ہوتا ہے' آنکھیں خون کے آنسو روتی ہیں' ہاتھ پاؤں شل ہو جاتے ہیں' روح میں زہر آلود نشتر چبھتے ہیں اور دماغ مفلوج ہوتا ہے۔"

تحفظ ختم نبوت ایک ایسا خداداد جذبہ ہے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے' یہ ہر کسی کا مقدر نہیں کہ وہ قدرت کے ایسے عظیم عطیہ اور انمول نعمت سے سرفراز ہو جائے۔ نگاہ کرم جن والوں کو اس انعام کے لئے چن لیتی ہے صرف وہی اس سعادت سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور قادیانیت کے برص زدہ چہرے کو بے نقاب کرنے کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ساتھ دیں' عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ساتھ دینا دین و دنیا میں فوز و فلاح کا ذریعہ ثابت ہو گا۔ (انشاءاللہ)

قادیانی مربی کا قبول اسلام

مرزا غلام احمد قادیانی ایک جھوٹا اور مکار آدمی تھا' میں مرزا قادیانی پر لعنت بھیج کر محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت پر غیر مشروط ایمان لانے کا اعلان کرتا ہوں

منیر احمد میمن

گمبٹ (خان محمد کندھانی) گوٹھ قمرالدین چانڈیو (مورو سندھ) کے رہائشی منیر احمد میمن نے جو کٹر قسم کا قادیانی مربی تھا اور ربوہ اور قادیان کے بڑے بڑے قادیانیوں سے قریبی تعلقات رکھتا تھا' ضلع لاڑکانہ' خیرپور میرس اور تحصیل فیض گنج میں بڑے زور و شور سے قادیانیت کی تبلیغ کرتا تھا نے قادیانیت کے دجل و فریب سے تنگ آکر ہمیشہ کے لئے توبہ کرلی اور خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان لے آیا ہے۔

نیک سیرت نو مسلم جناب منیر احمد میمن صاحب سے جب سوال کیا گیا کہ مرزا قادیانی کے دجل و فریب' دھوکہ دہی' تعلی آمیز دعوؤں اور پیشن گوئیوں میں سے کس نے قادیانیت سے آپ کو بیزار کر کے دامن مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں پناہ لینے کی راہ ہموار کی تو منیر احمد میمن نے کہا کہ "مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریرات کو غور سے پڑھنے اور اس کے جھوٹے دعاوی نے مجھے قبول اسلام سے قریب کر دیا اور میں نے الحمدللہ! اسلام کے دامن رحمت میں پناہ لے لی ہے۔" عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائدین حضرت مولانا خواجہ خان محمد (امیر مرکزیہ) حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی' مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری' مولانا اللہ وسایا' مولانا بشیر احمد' مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی' مولانا مفتی محمد جمیل خان' مولانا نذیر احمد تونسوی' مولانا سعید احمد جلالپوری' مولانا محمد اشرف کھوکھر اور جناب محمد انور رانا نے ایک مشترکہ بیان میں نو مسلم منیر احمد میمن کو قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کرنے پر دلی مبارکباد پیش کی اور اسلام پر استقامت کی دعا کی۔

REGD. NO. SS-160

KHATM-E-NUBUWWAT

ہفت روزہ ختم نبوة

دنیا بھر میں

آپ کے

تجارتی و کاروباری

تعارف کا موثر ذریعہ

اشتہار چھوٹا ہو یا بڑا، رنگین ہو یا بلیک اینڈ وہائٹ اہم بات یہ ہے کہ وہ اشتہار کتنے لوگوں کی نظر سے گزرتا اور کتنے لوگوں پر اپنا تاثر چھوڑتا ہے

ختم نبوت میں شائع ہونے والے اشتہارات

ہزاروں افراد کی نظر سے گزرتے اور انمٹ تاثر چھوڑ جاتے ہیں

○ آپ کی مصنوعات اور خدمات کے بھرپور تعارف کے لئے ختم نبوت ایک موثر ذریعہ ہے کیونکہ یہ صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ چالیس دیگر ممالک تک آپ کے پیغام اور تعارف کو پہنچا سکتا ہے۔

○ ختم نبوت میں دیا ہوا آپ کا اشتہار صرف دنیوی اعتبار سے ہی مفید نہیں بلکہ اشاعت دین اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی میں یہ آپ کا حصہ ہو گا جو بروز حشر شافع محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا ذریعہ بنے گا۔

دینی تربیت، معلومات اور فتنہ قادیانیت کے کرتوتوں سے واقفیت کے لئے

ہفت روزہ ختم نبوة

پڑھئے اور دوسروں تک بھی پہنچایئے

سودی لین دین والوں سے معذرت

مزید معلومات کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایم۔اے جناح روڈ پرانی نمائش کراچی

فون: 7780337 فیکس: 7780340